معراج العاشقین

مع دکنی کلام

خلیق انجم

میرزا مظہر جانِ جاناںؒ

خلیق انجم ایم۔ اے

اُردو کے دورِ اولین میں میرزا مظہر کی حیثیت سب شاعروں سے ممتاز ہے۔ اِن کے دامن تربیت سے کتنے اساتذہ وابستہ رہے ہیں۔ زبان پر صیقل کرنے، اس کے اصول وضوابط مقرر کرنے اور ایہام کے خارزار سے بچا کر شاعری میں داخلی روایت کو رواج دینے میں اُنھوں نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

اس کے علاوہ وہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں سلسلۂ نقشبندیہ کے زبردست صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ جن کی خانقاہِ ارشاد نے اخلاقی و روحانی اقدار کو فروغ دینے میں ناقابلِ فراموش رول ادا کیا ہے۔ اس کتاب میں ایک شاعر، ایک صوفی، ایک عالم اور ایک انسان کی حیثیت سے پہلی بار میرزا مظہر کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُن کا تمام اُردو کلام نیز فارسی کلام اور ملفوظات کا انتخاب، تلامذہ، خلفا کے حالات تبصرہ اور تنقید شامل ہے میرزا مظہر پر یہ جامع کتاب پہلی بار منظرِ عام پر آرہی ہے۔

قیمت :- تین روپے پچاس نئے پیسے

مکتبہ شاہراہ دہلی

قیمت :- دو روپے

معراج العاشقین

مع

دکنی کلام

معراج العاشقین

اردو نثر کی سب سے پہلی کتاب، مُصنّف کے مکمل و مستند
حالاتِ زندگی، ان کا دکنی کلام، اس پر مفصل تبصرہ
ضروری حواشی و تعلیقات کے ساتھ

مُصنّفہ

حضرت ابوالفتح صدرالدین ولی الاکبر الصادق سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو درازؒ

مرتب

خلیق انجم ایم اے

لکچرر شعبۂ اردو، کروڑی مل کالج: دہلی یونیورسٹی

مکتبہ شاہراہ، اردو بازار دہلی

مُصنّف:

نام :- حضرت ابوالفتح صدرالدین ولی الاکبر الصادق سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ

پیدائش: ۷۲۱ھ

وفات: ۸۲۵ھ

مرقد: گلبرگہ (دکن)

دکنی تصانیف :- رسالہ سہ بارہ، ہدایت نامہ، شکار نامہ، تلاوت الوجود، ہشت مسائل، تمثیل نامہ وغیرہ

مرتّب:

نام: خلیق انجم

پیدائش: دہلی

تعلیم: ایم۔اے (اردو) دہلی یونیورسٹی

شُغل: لیکچرر شعبۂ اردو، کروڑی مل کالج۔ دہلی یونیورسٹی

تصانیف:

۱. تاراس بلبا۔ گوگول (ترجمہ) مطبوعہ

۲. مرزا مظہر جان جاناں (زیر طبع)

۳. جستجو۔ تنقیدی، تحقیقی مضامین کا مجموعہ (زیر طبع)

تصنیف:

نام: معراج العاشقین: مع دکنی کلام

کتابت: سید حسن رضا امروہوی

طباعت: محبوب المطابع برقی پریس دہلی

ناشر:- محمد یوسف جامعی، مکتبہ شاہراہ دہلی

قیمت

دو روپے

اپنے شفیق استاد

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، ایم اے پی ایچ ڈی کے نام

"بجگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من"

فہرس

تعارف

اردو میں کلاسیکی اہمیت کی بعض کتابیں ایسی ہیں، جو کبھی ایک بار شائع ہوئی تھیں اور اب کم یاب ہو چکی ہیں لیکن ان کی دوبارہ اشاعت کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ ان میں سے ایک 'معراج العاشقین' بھی ہے، یہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی طرف منسوب ہے اور اردو نثر کی قدیم ترین کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ کتاب کیا، ایک مختصر سا رسالہ ہے جسے پہلے پہل مولوی عبدالحق نے اپنے مختصر مقدمے کے ساتھ شائع کیا تھا۔ یہ بعض درسگاہوں میں ایم اے (اردو) کے نصاب میں بھی داخل ہے اور ادبی و لسانیاتی نقطۂ نگاہ سے نہایت اہم ہے۔ لیکن کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ اس کی دوبارہ ترتیب و اشاعت کا بیڑا اٹھاتا۔ اب سے تقریباً ایک سال قبل میرے عزیز دوست جناب خلیق انجم ایم اے (لکچرار

شعبۂ اردو، کے، ایم، کالج : دہلی یونیورسٹی) نے اسے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ میں نے اس کی پُرزور تائید کی تھی۔ وہ یہ کام آہستہ آہستہ کرتے رہے اور اب یہ اہل نظر کے سامنے پیش ہو رہا ہے اور مجھے یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی ہے کہ انجم صاحب نے اس کی ترتیب و تدوین میں نہ صرف اپنے حسن ذوق اور سلیقہ مندی سے پورا کام لے کر اسے صحت و اہتمام کے ساتھ مرتب کر دیا ہے بلکہ اس سے متعلق بعض ضروری مباحث پر بھی تفصیل سے بحث کی ہے۔ انھوں نے اپنے فاضلانہ مقدمے میں ہندستان کے صوفیائے کرام کی اخلاقی و روحانی تحریک کے بنیادی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اس کا مختصر مگر منصفانہ جائزہ لیا ہے اور اس پس منظر میں حضرت بندہ نوازؒ کی ادبی اور متصوفانہ حیثیت کو نمایاں کر دیا ہے۔ مقدمے کا ایک حصہ حضرت بندہ نوازؒ کے حالات زندگی سے بحث کرتا ہے جو بہت سے مآخذ کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اور متعدد قلمی و مطبوعہ کتابوں کی مدد سے اکٹھا کیے گئے ہیں۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کا کچھ دکنی کلام بھی جو اب تک سینہ بہ سینہ چلا آتا تھا اور سفینوں میں منتقل نہیں ہوا تھا آخر میں شامل کر دیا گیا ہے اس سے رسالے کی اہمیت دوچند نہیں وہ چند ہو گئی ہے۔ پھر معراج العاشقین اور حضرت بندہ نوازؒ کے دکنی کلام کی ادبی و لسانیاتی خصوصیات سے بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مشکل الفاظ کی فرہنگ اور ضروری حواشی و تعلیقات سے کتاب کو ہر طرح آراستہ پیراستہ اور مکمل کر دیا گیا ہے۔ اس طرح اب یہ مختصر سا رسالہ گویا اپنے موضوع اور متعلقات کو محیط ہے۔

اردو میں اچھا لکھنے والوں کا قحط ہے۔ سنجیدہ علمی اور تحقیقی کام کے

لیے جس خلوص، لگن اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے اس سے ہمارے اہلِ قلم عموماً جی چراتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ پچھلے چند برسوں میں معدودے چند ہی کتابیں ایسی شائع ہوئی ہیں جنھیں تحقیقی کاوش کا نمونہ بنا کر پیش کیا جا سکے۔ تحقیق بڑا پتّا مارنے کا کام ہے اس کے لیے منصفانہ نظر، بے لاگ دل اور بے باک ذہن کی ضرورت ہے اور یہ اوصاف خداداد ہیں۔ 'زورِ بازو' سے پیدا نہیں کیے جا سکتے۔

میں نے انجم صاحب میں علمی کام کرنے کا صحیح جذبہ پایا ہے وہ بڑا راست فکر، ذہن رکھتے ہیں۔ ان کی تحریر میں ناقدانہ لب و لہجے کی تب و تاب کے ساتھ مورخانہ بصیرت بھی جھلکتی ہے۔ تحقیق و تنقید کے ساتھ "خشکی" اور "یبوست" کا تصور وابستہ ہو کر رہ گیا ہے لیکن انجم صاحب کے طرزِ استدلال میں سادگی اور بانکپن ہے۔ ان کی تحریریں شگفتہ، رواں دواں، بے ساختہ اور بے تکلف ہوتی ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے جملوں کی ساخت مہارت سے زیادہ بصیرت کا پتا دیتی ہے اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ ان کا ذہن مسائل کے موہوم اور مبہم سے گوشوں میں بھی اُلجھتا نہیں بلکہ وہ اپنے موضوع پر حاوی ہو کر لکھتے ہیں۔ میرے اس قول کی مزید تصدیق اس وقت ہو گی جب انجم صاحب کی کئی سال کی ادبی کاوش "میرزا مظہر جانِ جاناں" منظرِ عام پر آئے گی جسے وہ آج کل پوری تن دہی سے لکھ رہے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ 'معراج العاشقین'، پر ان کے فاضلانہ مقدمے میں پیش کردہ مطالب و مباحث تاریخِ ادبِ اردو کے مطالعے کا

عام ذوق وشوق رکھنے والوں کے لیے عموماً اور ایم اے کے طلبار کے لیے خصوصاً نہایت مفید اور کار آمد ثابت ہوں گے اور علمی حلقوں سے ان کی یہ محنت پوری داد وصول کرے گی۔

نثار احمد فاروقی

یونیورسٹی لائبریری: دہلی

۱۸ مئی ۱۹۵۷ء

دیباچہ

حضرت بندہ نواز رح ظہر کی نماز کے بعد تبلیغ کرتے تھے آپ کے وعظ میں امیر و غریب، جاہل و تعلیم یافتہ، ہندو مسلم غرض ہر طرح کے لوگ ہوتے تھے معراج العاشقین اسی درس و تدریس کا ایک حصّہ ہے۔ یہ عربی اور فارسی سے ناواقف لوگوں کے لیے لکھا گیا ہے۔ تصوّف کے موضوع پر ایک رسالہ ہونے کی حیثیت سے تو کوئی اہم تصنیف نہیں ہے۔ کیونکہ اس موضوع پر خود حضرت بندہ نواز رح کی فارسی و عربی میں سو سے اوپر تصانیف ہیں جن میں سے اکثر مل بھی گئی ہیں۔ لیکن لسانی حیثیت سے اردو کی اہم ترین کتاب معراج العاشقین ہی مانی گئی ہے۔

تقریباً تیس سال پہلے ڈاکٹر عبد الحق نے اسے شائع کیا تھا مگر اب یہ بالکل نایاب ہے۔ میں نے معراج العاشقین کے ساتھ حضرت بندہ نواز کا دکنی کلام بھی اس کتاب میں شامل کر دیا ہے تاکہ لسانی مطالعہ کرنیوالوں کے لیے آسانی ہو سکے۔ اس کی ترتیب میں مجھے قدم قدم پر یہ خیال رہا کہ

چونکہ یہ رسالہ دلّی یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے نصاب میں داخل ہے اس لیے بعض ضروری مباحث پر پوری تفصیل سے روشنی ڈالی جائے اور جو ضمنی مطالب اس سلسلے میں ایک طالب علم کی مدد کر سکتے ہیں انھیں مناسب اختصار کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔ میں نے حضرت گیسو درازؒ کے حالات سے متعلق چند واقعات پیش کیے ہیں۔ ان پر یہاں تنقید و تبصرہ کی نہ تو گنجائش ہے نہ ضرورت۔

اس کی ترتیب کے مرحلوں میں جن دوستوں سے مجھے مدد ملی ہے ان میں سب سے پہلے مخدومی ڈاکٹر محمد اشرف (دہلی یونیورسٹی) کا شکریہ ادا کرنا ہے جنھوں نے مقدمے کے اوراق پر نظر ثانی فرما کر مجھے مفید مشورے دیے۔ محترمی ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور جناب خواجہ معین الدین صاحب ایل۔ ایل۔ بی (معتمد درگاہ حضرت گیسو درازؒ) نے خط و کتابت کے ذریعے میرے بہت سے سوالوں کا بروقت جواب مہیّا کیا۔ جناب مبارز الدین رفعت نے بعض مآخذ کی نشان دہی کی۔ جناب نثار احمد فاروقی اور جناب اسلم پرویز نے بعض مفید مشورے دیئے۔ جن سے اس کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا۔

جناب محمد یوسف جامعی کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے اس کتاب کو چھاپنے میں پوری دلچسپی لی۔

خلیق انجم

۲۰ر مئی ۱۹۵۷ء
انجم لاج۔ کلاں محل
دہلی

مقدّمه

مغرب کے مادی فلسفوں نے ہماری زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا۔ ان فلسفوں کی راہ سے ہمارے ہاں آزاد خیالی اور عقلیت آئی۔ اس عقلیت کی سب سے کاری ضرب مذہب پر لگی اور تصوّف کی وہ عمارت جس کی بنیاد "عشق و وجدان" پر تھی ایک اشارے میں مسمار ہو گئی عقیدت مندوں نے صوفیائے کرام سے خلافِ عقل کرامات منسوب کر رکھی تھیں۔ جو عقلیت کی کسوٹی کی تاب نہ لا سکیں۔ اس کے علاوہ ہمارا اقتصادی نظام اس انداز سے بدلا کہ اب اس میں خانقاہوں کی قطعی گنجائش نہ رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پڑھا لکھا طبقہ تصوّف سے متنفر ہو گیا اور اس مسلک کو کلبیت، زندگی سے فرار، قنوطیت، مجہولیت اور نہ جانے کس کس نام سے تعبیر کیا جانے لگا۔ یہ محض تعصب ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تصوّف صدیوں تک ہماری زندگی کا اہم جزو رہا ہے۔ یقیناً اس کے کچھ منفی اثرات بھی رہے ہیں۔ لیکن اس کے مثبت اثرات میں بہت زیادہ توانائی اور صحت مندی بھی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے یہاں تصوّف کی پوری تحریک کا ایک مختصر سا جائزہ لینا ضروری ہے۔

تصوّف اور پس منظر

خلفائے راشدین کے بعد مسلمانوں کو بہت سخت سیاسی اور اقتصادی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کیے ہوئے نظامِ حیات میں رخنے پڑ گئے

خلافت کی جگہ شخصی حکومت نے لے لی ان بدعنوانیوں نے پھر سے سر اُٹھا لیا جو شہنشاہیت میں جنم لیتی ہیں۔ سماجی اور اقتصادی مساوات قطعی طور پر ختم ہو گئی۔ ایک مخصوص طبقہ کے ہاتھ میں عنانِ حکومت آتے ہی عوام پر ظلم و ستم کیے جانے لگے۔ ظلم و ستم کو جائز قرار دینے کے لیے قرآن و سنت سے استدلال ہونے لگا اور اس مقصد کے لیے علمائے وقت کو خرید لیا گیا جو اُن کی مرضی کے مطابق فتوے صادر کرتے تھے۔ ایک مشکل یہ بھی تھی کہ جب تک زمامِ حکومت خلفائے راشدین کے ہاتھ میں رہی وہ تمام مقدمات کا خود فیصلہ کرتے رہے لیکن ان کے بعد جو لوگ برسرِ اقتدار آئے ان کی مذہبی معلومات محض رسمی تھی۔ اس لیے انھیں ہر وقت علمار اور فقہار کو اپنے ساتھ رکھنا پڑتا تھا۔ علمار کے اس عروج نے بہت سے لوگوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اسے باقاعدہ پیشہ بنا لیں۔ پیشہ بنتے ہی اس میں ظاہر داری آگئی۔ علمِ دین صرف اس لیے حاصل کیا جانے لگا کہ اس سے دنیاوی جاہ و حشمت خریدی جا سکے۔ ان علمار سے ہٹ کر خود مذہب میں تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ اسلام کو عرب سے باہر نکل کر بہت سی نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ لوگ اسلامی عقائد کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے لگے۔ نئی نئی توجیہات اور تاویلات پیش ہونے لگیں جو اسلام کی سچی اسپرٹ کا خون کر رہی تھیں۔ اس وقت ایسے لوگوں کی ضرورت تھی جو ان نئے حالات کو پیشِ نظر رکھ کر عوام کی رہنمائی کر سکتے۔ خوش قسمتی سے اسلام میں ایسی قابلِ قدر ہستیاں موجود تھیں حضرت مالک بن انس، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے علم فقہ کو آسمانِ عروج پر پہنچایا۔ اسلامی قوانین کو مدون کیا اور اسے نظامِ زندگی سے مطابق کرنے میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ احادیث کی تدوین بھی ہو رہی تھی۔ علمار زندگی کے ہر مسئلہ کا حل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واقوال سے نکالتے تھے۔ عبدالرحمن ابن مہدی، یحییٰ ابن سعید، عبدالرزاق، ابوبکر بن ابی شیبہ اور احمد بن حنبل وغیرہ جیسی عظیم ہستیوں نے نہ صرف احادیث کو جمع کیا بلکہ بڑی محنت اور مشقت کے ساتھ ان کی صحت پر بحث کی۔ اور بعض مشتبہ احادیث کو رد کر دیا۔ بعد میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام ترمذی وغیرہ نے ان احادیث پر اور بھی تحقیقی کام کیا۔ اب تک اسلام پر جتنا کام ہوا تھا وہ خلوص پر مبنی تھا اس کا مقصد محض اسلام کا تحفظ تھا۔ لیکن ابتدا ہی میں علماء کو چند جزئیات پر اختلاف ہو گیا تھا۔ اور آہستہ آہستہ یہ اختلاف باقاعدہ جھگڑے کی صورت اختیار کر گیا۔ علماء اسلام کی صحیح اسپرٹ کو فراموش کر بیٹھے اور مذہب کی ظاہری رسوم پر زور دینے لگے۔ اسی دوران میں ایک اور گروہ وجود میں آیا۔ یہ تھا معتزلہ کا گروہ۔ ابتدا میں ان لوگوں کا مقصد صرف سیاست سے دامن بچانا تھا۔ لیکن بعد میں ان کے نظریات نے باقاعدہ اسکول کی صورت اختیار کر لی۔ اسلام میں حد سے زیادہ بڑھی ہوئی آزاد خیالی اسی راہ سے آئی۔ یونانی فلسفوں سے متاثر ہو کر لوگ اسلام کو عقل کی کسوٹی پر کسنے لگے۔ ان کوششوں نے اکثر لوگوں کو اسلام سے بدظن کر دیا اور معتزلہ کا یہ گروہ اس نئی مصیبت کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ انھوں نے ہر چیز کی عقلی توجیہہ پیش کی۔ شروع میں تو یہ لوگ دینی مسائل پر فلسفیانہ بحث کرتے رہے۔ لیکن کچھ عرصے بعد یہ بحثیں محض فلسفہ اور مابعد الطبعیات تک محدود ہو کر رہ گئیں۔

یہ تمام مباحث، مجادلے اور مناظرے ایک بہتر راہ دکھانے کی بجائے ذہنی ورزش بن کر رہ گئے۔ عام طور سے لوگ تزکیہ نفس کی بجائے

مذہب کی ظاہری رسوم پر زور دینے لگے۔ بیہقی نے ظاہر پرستی کے متعلق تاریخ بیہقی میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ ایک دن شہنشاہ مسعود بن محمود لڑائی سے واپس آیا۔ رات بھر محفل عیش و عشرت گرم رہی۔ شراب نوشی کی انتہا یہ تھی کہ تقریباً تمام اہل محفل بیہوش ہو چکے تھے۔ صرف شہنشاہ اور ایک حکیم باقی تھے۔ یہ دونوں بدستور پیتے رہے۔ آخر میں حکیم صاحب نے یہ کہہ کر شراب پینی بند کر دی کہ میں ڈرتا ہوں کہ اب اگر اور شراب پی تو ایسا نہ ہو کہ مدہوش ہو کر آنحضرتؐ کی شان میں کوئی گستاخی کر دوں۔ بادشاہ نے شراب اب بھی بند نہ کی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اس نے وضو کیا اور صبح کی نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ گویا اسلام نے جو انسان کے ظاہر اور باطن میں ہم آہنگی پیدا کی تھی وہ ختم ہو گئی۔ اسلام میں پہلی بار اتنا سخت بحران آیا تھا جس نے اس کی بنیادیں تک ہلا دی تھیں۔ ایک طرف فلسفہ پرستی نے اسلام پر حملہ کیا دوسری طرف اندرونی اختلافات تھے اور ان سب سے بڑھ کر جاگیردار طبقہ کے ظلم و ستم تھے۔ حجاج بن یوسف نے عوام پر ظلم و ستم کی انتہا کر رکھی تھی۔ حضرت خواجہ حسن بصری رح سے یہ سب کچھ نہ دیکھا گیا۔ کیونکہ حکومت سے ٹکر نہ لے سکتے تھے اس لیے گیارہ سال تک گوشۂ تنہائی میں رہے اور حجاج کی وفات کے بعد نکلے۔ حضرت امام ابو حنیفہ پر کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو نہ کیا گیا ہو لیکن انھوں نے میر منشی اور افسر خزانہ کا عہدہ قبول نہ کیا۔ ان پر سرِ بازار دُرّے لگائے گئے اور پھر قید کر لیا گیا جہاں انھوں نے وفات پائی۔ اس طرح اس دور کی نیک اور خدا پرست ہستیاں جنھیں حکومت کی طاقت اور دولت نہ خرید سکی تارک الدنیا ہو گئیں۔ اس وقت تصوف کا کوئی باقاعدہ مسلک نہیں تھا یہ محض ایک ردِ عمل تھا۔ طبقاتی

کش مکش. حکومت کے جبر و استبداد اور علماء کے آپس کے اختلافات اور ریاکاری کا۔

ابتدا میں ان تارک الدنیا لوگوں کا مقصد آنحضرتؐ کی پیروی تھا ان کی زندگی اور زندگی سے متعلق نظریات بہت زیادہ سیدھے سادے اور عام فہم تھے رفتہ رفتہ یہ ایک مسلک اور مذہب کی شکل اختیار کر گیا۔ "صوفی" اور تصوف کی وجہ تسمیہ پر بہت زیادہ بحث کی جا چکی ہے اس لیے ہم یہاں اسے غیر متعلق سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔ قارئین یہ بحث تاریخ مشائخ چشت، قرآن اور تصوف، کشف المحجوب، تصوف اور اسلام اور عوارف المعارف میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

سب سے پہلے باقاعدہ صوفی کی حیثیت سے ابوہاشم کا نام آتا ہے۔ ان کے بعد ذوالنّون مصری نے تصوف کے اصول و ضوابط مرتب کیے۔ اشراقیت اور ویدانت کے مختلف فلسفوں سے متاثر ہو کر تصوف جو ابھی تک ایک سیدھا سادا طرزِ زندگی تھا. فلسفیانہ فکر کے سانچوں میں ڈھلنے لگا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ صوفیہ معتزلہ کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے. لیکن تاریخ شاہد ہے کہ یہ دونوں بالکل مختلف گروہ تھے۔ ٹھیک ہے کہ صوفیہ کے ہاں بھی مذہبی معاملات میں وہی آزاد خیالی ہے جو معتزلہ کے گروہ میں تھی۔ مگر یہ آزاد خیالی صوفیہ میں بہت بعد میں آئی ہے۔ اس آزاد خیالی نے "ہمہ اوست" کے فلسفہ کی اختراع کی۔ ابھی تک شریعت اور طریقت میں کوئی اختلاف نہیں تھا. لیکن اب یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف قرار دیئے گئے۔ شریعت، طریقت، حقیقت وغیرہ جیسی اصطلاحات کا رواج شروع

ہوا۔ تصوف دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک گروہ جو "ہمہ اوست" کا قائل تھا اور دوسرا "ہمہ از دوست" کا۔ پہلا گروہ جیسا کہ میں نے ابھی کہا اشراقیت اور ویدانت سے متاثر تھا۔ ویدانت کا ایک مقولہ ہے۔ "اہم برہم دویتے ناستے"۔ ہم برہم ہے اور دوسری چیز نہیں ہے۔ اس فلسفہ کے مطابق دنیا میں صرف ایک ہستی کا وجود ہے اور کسی دوسری چیز کا وجود ممکن ہی نہیں، اور یہ ہستی خدا کی ذات ہے، جو موجوداتِ عالم اور مختلف مظاہر و صور میں اپنا جلوہ اور بے شمار و گوناگوں محسوسات و مدرکات میں اپنا اثر ظاہر کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اسے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر شئے کے مظاہر صوری مختلف ہیں۔ لیکن "اصل" اور "عین" ہر شئے کی ایک ہے۔ چونکہ غیر اللہ کے سوا کوئی وجود ہی نہیں۔ اس لیے کوئی چیز خدائے واحد کے سوا قائم بالذات نہیں رہ سکتی۔ بقولِ غالبؔ ؎

ہے مشتمل نمودِ صور پر وجودِ بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

اس طرح جبر و اختیار کا مسئلہ تو حل ہو گیا لیکن اور بہت سی نئی مصیبتیں کھڑی ہو گئیں۔ فیض دکنی کہتے ہیں ؎

کریں ہم کس کی پوجا اور چڑھائیں کس کو چندن ہم
صنم ہم دیر ہم بت خانہ ہم بت ہم برہمن ہم
در و دیوار ہے نظروں میں اپنے آئینہ خانہ
کیا کرتے ہیں گھر بیٹھے ہوئے آپ اپنا درشن ہم

اور جب صوفی یہ کہنے لگے ؎

می گفت در بیاباں رند دہن دریدہ
صوفی خدا نہ دارد او نیست آفریدہ

(مولانا روم)

تو پھر عذاب وثواب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ انسان جو چاہے کرے۔ کوئی باز پرس نہیں۔ چونکہ وہ خود خدا کا ایک حصّہ ہے اس لیے کیا خدا خود خدا کو سزا دے گا؟ دراصل یہی وہ فلسفہ تھا جس نے تصوف میں نئے نئے فتنوں کو راہ دی۔ چونکہ یہ فلسفہ ویدانت اور اشراقیت سے لیا گیا تھا اس لیے اس کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی غیر اسلامی چیزیں بھی تصوّف میں داخل ہوگئیں۔ صوفیہ کشف کو نیز کرامات، تصرّفات وغیرہ کو تصوّف کا لازمی جزو سمجھنے لگے اور انھیں حاصل کرنے کے لیے سنیاسیوں اور جوگیوں کی طرح ریاض شروع کر دیا۔ اسلام نے اس انفرادیت اور رہبانیت کی سخت مخالفت کی تھی۔ لیکن ان صوفیوں نے انھیں پھر سے اپنا لیا۔ "شیخ محمد یحییٰ منیری برسوں تک جنگل میں کھڑے رہے۔ لیٹنا کیسا بیٹھ کر بھی آرام نہیں کیا۔ شیخ احمد کھٹّو چالیس چالیس دن کا روزہ رکھتے اور صرف ایک کھجور سے افطار کرتے تھے۔ شاہ میاں جیو چھ چھ ماہ تیغا لگا کر حجرے میں بند رہتے۔ شیخ محمد غوث گوالیاری نے بارہ برس کوہ چنار میں بناسپتی کھائی اور یادِ خدا میں مصروف رہے۔"[۱] تصوّف کی بڑھتی ہوئی مقبولیت نے اعلیٰ ذہنوں کو ترکِ دنیا پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ لوگ عوام کی روحانی طور پر رہنمائی کر سکتے تھے لیکن مادی دنیا کی رہنمائی جاہل اور خود غرض لوگوں کے ہاتھ میں آگئی۔ کشف المحجوب کے مصنّف

---

[۱] تاریخ مسلمانانِ پاکستان و بھارت۔

علی ہجویری کا بیان ہے کہ انھوں نے خراسان کے ایک علاقہ میں تین سو صوفی ایسے دیکھے جو اعلیٰ ترین صلاحیتوں کے مالک تھے۔ لیکن جنھیں دنیاوی کاموں سے کوئی واسطہ نہیں تھا اس طرح انفرادیت کو فروغ حاصل ہوا۔

دوسرا گروہ "ہمہ ازاوست" یا وحدت الشہود کا ماننے والا تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ خدا کا وجود بے پایاں ہے۔ اس لیے اسے عقل و ادراک سے پہچانا نہیں جا سکتا۔ وہ ہر شئے پر محیط ہے اور جو ذات ہر شئے پر محیط ہو اسے عقل و ادراک کیسے محیط کر سکتے ہیں۔ اس بات کو عرفی نے خوب کہا ہے ؎

کنہ ذاتِ تو با دراک نشاید دانست
ویں سخن نیز باندازۂ ادراکِ من است

انسان کے تمام جذبات و احساسات، ادراک و بصیرت، عقل و فہم، حادث ہیں۔ محدود و زوال پذیر ہیں۔ خدا کی تمام صفات اور اس کی لامحدود ذات ان تمام سفلی وکونی مظاہر سے وراء الورا ہے۔ مادہ مخلوق اور زمان و مکان کا پابند ہے۔ اس کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ خدا قائم بالذات ہے۔ انسان فانی ہے۔ خدا قدیم ہے۔ انسان حادث۔ خدا محیط اور انسان محاط۔ جب دونوں میں اتنا اختلاف ہے تو پھر اتصال اور اتحاد کس طرح ممکن ہو؟

دنیا کا کوئی عقیدہ، کوئی نظریہ، کوئی مسلک اور کوئی تحریک ایسی نہیں جس میں مثبت اور مفید پہلو نہ ہوں۔ اور یہ حقیقت بھی بدیہی ہے کہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ تحریکوں اور نظریوں میں اختلافات بڑھتے جاتے ہیں۔ جس طرح علمائے سو نے شریعت کی بے حرمتی کی، اجتہاد، بصیرت اور آزاد خیالی کے نام پر اسلامی نظام کو پارہ پارہ کیا۔ اس طرح بعض عقبیٰ فروش صوفیوں نے تصوف کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

تصوف ہندستان میں

بعد میں تصوف کی صورت خواہ کتنی ہی مسخ کیوں نہ ہو گئی ہو لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تصوف ہندستان میں صالح، صحت مند اور توانا اقدار لے کر آیا تھا اور اس نے عوام میں اتنی مقبولیت حاصل کر لی تھی کہ جاگیر داری زندگی کے سب سے اہم دو اداروں میں سے ایک تھا۔ میری مراد خانقاہ اور دربار سے ہے۔ امراء اور رؤسا کی زندگی دربار کے دیے ہوئے عیش و آرام میں گذرتی تھی۔ اس کے برعکس عوام اپنے دور کی دی ہوئی طبقاتی پستی کا احساس فرو کرنے کے لیے خانقاہوں میں ریاضت کیا کرتے تھے۔ یہ خانقاہیں ان بیکس اور مجبور انسانوں میں احساسِ خود داری پیدا کرتی تھیں۔ ان میں صبر و قناعت کا جذبہ بیدار کرتی تھیں۔ بعد میں بعض نا اہل لوگوں کی بے اعتدالیوں نے انفرادیت کو فروغ دیا اور اس مسلک میں مجہولیت، دنیا کی بے ثباتی کا شدید احساس، بے وجہ قناعت، اور کلبیت کو راہ دیکر اسے خوب بدنام کر دیا۔ تصوف جس کا مقصد انسان دوستی تھا مردم بیزار ہو گیا۔ صوفی کے پہلو میں ایک پر خلوص اور درد مند دل کی بجائے غیور اور اپنی ذات کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز دل آ گیا اور اس نے اپنی ذات کو ایک شیشہ گھر میں قید کر لیا۔ جب حالات نے اس شیش محل پر پتھراؤ کیا اور یہ گھر چکنا چور ہوا تو صوفیہ اپنے اصل خط و خال کے ساتھ عوام کے سامنے آئے اور عوام اس مسلک سے متنفر ہو گئے۔ مگر اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہو سکے کہ یہ اصل صوفی نہیں بلکہ ان کی بگڑی ہوئی شکلیں تھیں۔

متقدمین صوفیہ کو انسان کی بے چارگی کی جگہ اس کی عظمت کا احساس تھا وہ جانتے تھے کہ فلک برسوں گردش کرتا ہے تب کہیں خاک کے پردے

سے ایک انسان رونما ہوتا ہے ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

(میر)

ان خانقاہوں میں امراء، رؤسا، اور بادشاہوں کی نہیں غریب انسانوں کی رسائی ہوتی تھی۔ ناصر نے تذکرہ خوش معرکۂ زیبا میں لکھا ہے کہ خواجہ میر دردؔ کی مجلس میں شاہ عالم بادشاہ حاضر ہوا اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیٹھ گیا خواجہ صاحب نے اپنی چھڑی بادشاہ کی ٹانگ پر ماری اس پر شاہ عالم نے عذر کیا کہ میرے پاؤں میں درد ہے۔ خواجہ میر دردؔ نے فرمایا۔" ایں خانہ درد است سراپا درد شو ورنہ از خانہ بیروں شو" یہ درد کا گھر ہے سراپا درد ہو جاؤ یا گھر سے نکل جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کا یہ واقعہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ آپ حجرے میں محوِ عبادت تھے کسی شخص نے آپ پر خنجر سے گیارہ وار کیے (بعض مورخین کہتے ہیں کہ حملہ آور بھوکا تھا اس نے حضرت چراغ دہلیؒ سے کھانے کیلیے کچھ طلب کیا تھا۔ آپ نے تھوڑی دیر انتظار کرنے کو کہا اس پر اس جاہل کو برداشت نہ ہوئی اور آپ پر لگاتار گیارہ وار کر دیے) جب خون نالیوں سے بہتا ہوا نکلا تو ان کے مرید گھبرا کر اندر آئے اور آپ کو شدید زخمی پایا تو اس شخص کو پکڑ لیا گیا۔ آپ نے نقاہت کے باوجود اپنے مریدوں سے کہا کہ اس شخص کی حاجت پوری کر دو اور خود اس سے معافی مانگی کہ خواہ مخواہ میری عبادت سے تجھے اتنی تکلیف ہوئی۔ مزید لطف یہ کہ قاتل سے فرمانے لگے کہ کہیں خنجر مارنے سے ہاتھ میں جھٹکا تو نہیں آگیا۔[۵۱]

---

[۵۱] مزاراتِ اولیائے دہلی۔

ان صوفیائے کرام نے ہندوستان کی عام زندگی پر کیسے اثرات ڈالے تھے اسے اچھی طرح سمجھنے کے لیے ہم ضیاء الدین برنی کی "تاریخِ فیروز شاہی" کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

"سلطان علاؤالدین کے زمانے کے مشائخ میں سے سجادہ تصوف شیخ الاسلام نظام الدین رح شیخ الاسلام علاؤالدین اور شیخ الاسلام رکن الدین سے آراستہ تھا۔ ایک دنیا ان کے انفاسِ متبرکہ سے روشن ہوئی اور ایک عالم نے ان کی بیعت کا ہاتھ پکڑا۔ اور ان کی مدد سے گناہگاروں نے توبہ کی اور ہزاروں بدکاروں اور بے نمازیوں نے بدکاری سے ہاتھ اٹھایا۔ ...... ان بزرگوں کی عبادات و معاملات کی برکت سے لوگوں کے معاملات میں سچائی پیدا ہوگئی اور ان کے اخلاق و مجاہدہ و ریاضت کے دیکھنے سے اللہ والوں کے دلوں میں اخلاق کے بدلنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ...... شیخ الاسلام نظام الدین رح نے بیعت کا عام دروازہ کھول رکھا تھا۔ وہ گناہگاروں کو خرقہ پہناتے ان سے توبہ کراتے اور اپنی مریدی میں قبول کرتے تھے اور خاص و عام غریب و دولت مند بادشاہ و فقیر عالم جاہل شریف و رذیل شہری و دیہاتی غازی و مجاہد آزاد و غلام سب کو توبہ اور پاکی کی تعلیم دیتے تھے چونکہ یہ تمام لوگ سب کو شیخ کا مرید سمجھتے تھے اس لیے بہت سے گناہوں سے باز رہتے ......

...... شیخ کے مبارک وجود ان کے انفاسِ پاک کی برکت ان کی مقبول دعاؤں کی وجہ سے اس ملک کے اکثر مسلمان عبادت اور زہد کی طرف مائل ہوئے اور شیخ کی ارادت کی طرف راغب ہوگئے تھے سلطان علاؤالدین اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ شیخ کا معتقد اور مخلص ہوگیا تھا۔ خواص و عوام

کے دلوں نے نیکی اختیار کر لی تھی اور عہدِ علائی کے آخری چند سالوں میں شراب معشوق فسق و فجور جوئے وغیرہ کا نام اکثر آدمیوں کی زبان پر نہ آنے پایا بڑے بڑے گناہ لوگوں کے نزدیک کفر کے مشابہ ہونے لگے تھے۔ مسلمان ایک دوسرے کی شرم سے سود خوری اور ذخیرہ اندوزی کے کھلم کھلا مرتکب نہیں ہو سکتے تھے بازار والوں سے جھوٹ بولنے کم تولنے اور آمیزش کرنے کا رواج اٹھ گیا تھا۔۔۔۔ حاصلِ کلام یہ کہ خداوند تعالیٰ نے شیخ نظام رح کو پچھلی صدیوں میں شیخ جنید اور شیخ بایزید کے مثل پیدا کیا تھا۔"

"تاریخِ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی صفحہ ۳۴۱-۳۴۶ بحوالہ بزمِ صوفیہ"

کیا صوفیائے کرام کے اس رویّہ کو مردم بیزاری اور کلبیت سے تعبیر کریں گے؟ ہاں یہ حضرات دولت مند طبقہ سے ضرور برگشتہ رہتے تھے یہ طبقہ پورے سماج کا مرکز بنا ہوا تھا اس کی دولت دنیا کی ہر شے جیت سکتی تھی اور اگر ان کی دولت کو شکست ہوتی تو وہ اپنی تلوار سے کام لیتے۔ صرف صوفیائے کرام ہی تھے جن پر یہ دولت اور تلوار اثر نہ کر سکی۔

حضرت مظہر جانِ جاناں رح فارسی اور اردو کے بڑے شاعر اور دہلی میں سلسلۂ نقشبندیہ کے بڑے بزرگ تھے۔ محمد شاہ بادشاہ نے اپنے وزیر نواب قمر الدین خاں کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ خدا نے اتنا بڑا ملک مجھ کو دیا ہے اس میں سے جو چاہیے قبول فرمائیے آپ نے فرمایا "قُلْ مَتَاعُ الدُّنیا قلیل"۔ "خدا نے تو ہفت اقلیم کو قلیل فرمایا ہے۔ تمہارے حصے میں ایک اقلیم کی سات ولایتوں میں سے ایک آئی ہے سو وہ کتنی ہے کہ فقیر اس کی طرف اپنی طمع کا ہاتھ بڑھائے!" ایسے ہی ایک بار نظام الملک

دس ہزار روپے لیکر حاضر ہوا۔ آپ نے قبول نہیں کیا۔ نظام الملک نے شرمندہ ہو کر التجا کی کہ آپ قبول نہیں فرماتے تو غربا میں تقسیم فرما دیجئے۔ حضرت مرزا مظہرؒ نے فرمایا "یہاں سے بانٹتے چلے جاؤ گھر تک ختم ہو جائیں گے"۔

ان سب سے بڑھ کر تصوف نے مذہب کی ظاہری رسوم و قیود سے انسان کو بالاتر کر کے دیر و حرم کی سرحدیں ملا دیں۔ تمام اختلافات کے باوجود ہم ان بزرگوں کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ جب مسلمان ہندوستان آئے تو یہاں کے لوگ انھیں ملیچھ کہا کرتے تھے۔ بادشاہوں نے اپنی تلوار کے زور سے امرا اور روسا کو جیت لیا تھا۔ مگر عوام کے دلوں کو صرف صوفیائے کرام ہی جیت سکے۔ ڈاکٹر تاراچند کا خیال ہے کہ جنوبی ہند میں بھگتی تحریک کا آغاز مسلمان صوفیائے کرام کی وجہ سے ہوا۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ شنکراچاریہ اور رامانج وغیرہ یہیں سے تعلق رکھتے تھے۔ بھگتی تحریک کی ابتدا جنوبی ہند سے ہوئی جہاں مسلمان صوفی تبلیغ کا کام کر رہے تھے۔ بھگتی تحریک اور تصوف نے ایک دوسرے پر گہرا اثر ڈالا۔ نرگن واد پر تو ان صوفیائے کرام کا گہرا اثر ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ گیان آشری اور پریم مارگ اس واد کے ماننے والے خدا کو نورِ مجسم سمجھتے تھے۔ گیان آشری والے عرفان کے اور پریم مارگ والے عشق کے قائل تھے۔ کبیر کا تعلق پہلے گروپ سے اور ملک محمد جائسی کا دوسرے سے ہے۔ ظاہر ہے کہ اس واد پر مسلمانوں کے براہِ راست اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ سگن واد پر بھی تصوف کے اثرات ہیں۔ تلسی داس جی کا رامچندر جی کو خدا سے

روپ میں دیکھنا سورداس کا کرشن جی کو خدا کا مادّی پیکر سمجھنا تصوف میں پیر کے تصوف سے ماخوذ ہے۔ اس طرح ان دونوں مسلکوں پر ایک دوسرے کے اثرات پڑے۔ چونکہ دونوں میں وسعتِ قلب تھی اس لیے جہاں صوفی اہلِ ظاہر پر طرح طرح کے طنز کرتے تھے دیر و حرم کا مذاق اڑاتے تھے شیخ و برہمن کی پگڑیاں اُچھالتے تھے وہاں بھگت بھی ناقوس و اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے۔

اس طرح ان بزرگوں کی کوششوں سے ایک متحدہ تہذیب کی بنیاد پڑی۔ اور ہندو مسلمان ایک دوسرے سے اتنے قریب آگئے کہ ان کی طرزِ معاشرت، رہن سہن، عادات و اطوار خدا اور زندگی کا تصور تقریباً سب ایک سے ہی ہو گئے۔ ہندو عید، محرم، شب برات اور دوسری مذہبی تقریبات کا پورا احترام کرتے اور ان میں مسلمانوں کی طرح شریک ہوتے اسی طرح مسلمان ہولی دیوالی کے تہوار دھوم دھام سے مناتے جس طرح مسلمان صوفیوں کے وعظ میں کثرت سے ہندو ہوتے اسی طرح بھگتوں کی محفلیں بھی مسلمانوں سے خالی نہ ہوتیں۔ بعض صوفیاے کرام تو اس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ ان کے متعلق اب تک یہ طے نہ ہو سکا کہ وہ مسلمان تھے یا ہندو۔ کبیر کے بارے میں روایت مشہور ہے کہ ان کی موت پر مسلمان کہتے تھے کہ یہ مسلمان ہے اور ہندو انھیں ہندو مانتے تھے۔ اس لیے دونوں فرقے اپنے اپنے مذہب کے مطابق ان کی آخری رسوم ادا کرنا چاہتے تھے۔ مگر جب ان کی لاش سے چادر ہٹائی گئی تو صرف چند پھول پڑے تھے جن کو دونوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ اب تک مگدھ میں ان کے برابر برابر دو مقبرے ہیں ایک کے مجاور مسلمان اور دوسرے کے ہندو ہیں۔

گرو نانک کے بارے میں بھی ایسی ہی روایت مشہور ہے۔ یہ حضرات ایک دوسرے کے مذہب کا بڑا احترام کرتے تھے۔ داراشکوہ وید اور گیتا کو الہامی کتابیں مانتا تھا۔ حضرت خوب اللہ شاہ قادری کا قول بہت مشہور ہے۔ آپ فرماتے تھے:۔

"حق یہ ہے کہ ایک ہی حقیقت کی آواز ساری دنیا میں گونج رہی ہے۔ گیتا ہندوستان کا قرآن ہے اور قرآن عرب کی گیتا"[1]

حضرت مرزا مظہر جان جاناں، جو بھی وید کو الہامی کتاب اور ہندؤوں کو اہل کتاب مانتے تھے[2]۔ لیکن یہ سب نچلے طبقے تک محدود تھا۔ اوپر کے طبقے کی فکر کی راہیں اب بھی مختلف تھیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اور حضرت سید احمد بریلوی کی تحریکیں نیم سیاسی اور نیم مذہبی تھیں۔ خود ہندؤوں میں ایسی تحریکیں جنم لے رہی تھیں جن کے زیرِ اثر بھوشن جیسے شاعر پیدا ہو رہے تھے۔ ان تحریکوں کے مطالعہ نے ہی انگریزوں کو حکومت کا سلیقہ سکھایا تھا۔

تصوفِ مشائخ چشت[3] ہندوستان کی سماجی، اخلاقی اور مذہبی زندگی پر سب سے زیادہ مثبت اثرات اس سلسلے کے اکابر نے ڈالے۔ ان حضرات کے ہاں تصوف سے مراد صرف گوشہ نشینی، فاقہ کشی، ترکِ علائق، عبادت، مجاہدات اور

---

[1] گیتا اور قرآن ص۱

[2] کلماتِ طیبات ص۲۹

[3] اس سلسلے کی وجہ تسمیہ کے لیے ملاحظہ ہو "حالات مشائخ چشت" مصنفہ پروفیسر خلیق احمد نظامی۔

ریاضت ہی نہیں تھی۔ بلکہ عوام کی خدمت ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ فرماتے تھے:[۱]

"بہت نماز پڑھنا اور وظائف میں بکثرت مشغول رہنا۔ قرآن مجید کی تلاوت میں بہت مصروف رہنا یہ سب کام چنداں مشکل نہیں ہیں ہر باہمت شخص کر سکتا ہے۔ بلکہ ایک ضعیف بڑھیا بھی کر سکتی ہے روزہ پر مداومت کر سکتی ہے۔ تہجد گذاری میں مصروف رہ سکتی ہے۔ قرآن مجید کے چند پارے پڑھ سکتی ہے۔ لیکن مردانِ خدا کا کام کچھ اور ہی ہے"۔

ان تمام بزرگوں نے اپنی زندگی اس "کچھ اور ہی کام" میں صرف کر دی اکثر بزرگوں نے لنگر خانے کھول رکھے تھے جس سے غریبوں کو صبح و شام کھانا ملتا تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ کا لنگر خانہ اب تک مشہور ہے حالانکہ خود ان پر کئی کئی وقت کے فاقے گذرتے تھے۔ ان حضرات کو دنیا داری کا پورا احساس رہتا تھا۔ حضرت گیسو درازؒ اپنے مریدوں سے کہتے تھے:۔

"دوستوں کی ضیافت فقیروں کو کھانا کھلانے سے بہتر ہے۔ ہاں اگر کوئی صلہ رحمی ہو تو اس کا حصہ مقدم رکھنا چاہیئے"۔[۲]

"درخت خود تو دھوپ میں کھڑا رہتا ہے لیکن دوسروں کو سایہ دیتا رہتا ہے۔ لکڑی خود تو جلتی ہے لیکن اوروں کو آرام پہنچاتی ہے۔ اس طرح انسان خود تکلیف اُٹھائے اور اپنی تکلیف کا

۱؎ سیر الاولیا، بحوالہ حالات مشائخ چشت ص۵۷

۲؎ خاتمہ شریعت۔ مصنفہ حضرت گیسو درازؒ ص۲۴

خیال نہ کرے لیکن دوسروں کو فائدہ اور آرام پہنچائے۔[۱]

ان حضرات پر ہرگز "ترک دنیا" کا الزام نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ ان کے ہاں مردم بیزاری نام کو بھی نہیں۔ ان اکابر کی ترکِ دنیا سے کیا مراد تھی خود حضرت نظام الدین اولیاؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے:-

"ترک دُنیا کے معنی یہ نہیں کہ انسان اپنا لباس اتار دے یا لنگوٹہ باندھ لے۔ ترکِ دُنیا کے معنی یہ ہیں کہ انسان لباس بھی پہنے اور کھانا بھی کھائے۔ البتہ جو کماتا رہے خرچ کرتا رہے جوڑ جوڑ کر نہ رکھے اور دل کو کسی چیز میں اٹکائے نہ رکھے۔ یہ ہے ترکِ دُنیا"۔[۲]

حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کبھی مریدوں کو ترکِ دنیا کی تعلیم نہیں دیتے تھے۔ دکن میں ان کے اکثر مرید سرکاری ملازم تھے۔ آپ ان سے کہا کرتے تھے کہ بدستور ملازمت کرتے رہو۔ کیونکہ اگر تم نیک اور شریف نفس لوگ ملازمت چھوڑ دو گے تو تمھاری جگہ عیار اور مکار لوگ آجائیں گے جو عوام کو پریشان کریں گے۔ تمھاری سب سے بڑی عبادت ہے کہ لوگوں کے ساتھ انصاف کرو۔ مال و زر کی ہوس نہ کرنا اس ملازمت کو اللہ کا کام سمجھنا۔ رات کو خدا کی عبادت کرو اور دن کو خدمتِ خلق۔ انھوں نے ملک عزیز الدین اور ملک شہاب الدین کے نام ایک خط لکھا تھا۔ اس میں انھیں سمجھایا تھا کہ انسان پر بیوی بچوں اور خاندان کے دوسرے افراد کا بھی حق ہے۔ بادشاہ کی نوکری میں

---

[۱] بزم صوفیہ ص۲۵

[۲] تصوف اور اسلام ص۱۵۴

کوئی حرج نہیں اور تمام دنیاوی کام ضروری ہیں بشرطیکہ شریعت کے خلاف نہ ہوں [۵]

اکثر صوفیہ شریعت سے منکر ہو گئے وہ اہلِ طریقت کے لیے اسے ایک بیکار شئے سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ شریعت صرف عام آدمیوں کے لیے ہے تاکہ وہ دنیاوی زندگی کو سلیقے سے گذار لیں۔ اور چونکہ اہلِ طریقت کی انتہائی منزل وصال خدا ہے اس لیے اُن کے لیے یہ راہ بیکار ہے۔ دراصل تصوف کے تمام منفی اثرات کی وجہ یہی فلسفہ ہے۔ لیکن اس سلسلے کے تمام حضرات شریعت اسلام اور سنت نبوی پر زور دیتے ہیں۔ اپنے مریدوں کو ان کی پہلی تعلیم یہی ہوتی تھی کہ پنجگانہ نماز پڑھو۔ وہ تصوف کی اس عظیم الشان عمارت کا ستون شریعت کو سمجھتے تھے۔ نماز کو ان کی زندگی میں کتنی اہمیت تھی اس کا اندازہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کی وفات کے واقعہ سے ہوتا ہے۔ ایک محفلِ سماع میں جب یہ شعر پڑھا گیا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تو آپ پر وجد طاری ہو گیا اور مدہوش ہو گئے۔ اسی حالت میں آپ کے مرید خانقاہ میں لے آئے۔ بار بار اسی شعر کو سننے پر اصرار کرتے چار دن لگاتار شعر سنتے اور مدہوش ہو جاتے۔ کھانا۔ پینا۔ سونا سب ترک ہو گیا۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا تو باقاعدہ نماز پڑھتے اور پھر مدہوش ہو جاتے اور آخر اسی مدہوشی کے عالم میں آپ نے انتقال فرمایا

---

۵ مکتوبات حضرت گیسو دراز رح ص ۹۷

نماز کے معاملے میں اس قدر پابندی نہ صرف حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے کی بلکہ تمام بزرگ کرتے تھے[۱]۔

حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان میں چشتیہ سلسلے کی باقاعدہ ابتدا ر نامور بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتی ہے (ہوسکتا ہے کہ ان سے پہلے بھی اس سلسلے کے بزرگ ہندوستان آئے ہوں) خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر میں قیام فرمایا اور وہیں وفات پائی۔ ان کے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ کے لیے دہلی تشریف لائے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ آپ کے خلیفہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلیفہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے خلیفہ تھے۔

نسب آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت ابوالحسن جندی ہرات سے دہلی تشریف لائے تھے۔ دہلی میں قیام فرمایا۔ ایک جہاد میں شریک ہو کر جامِ شہادت نوش فرمایا اور مسجد انار والی میں مدفون ہوئے۔ حضرت گیسو دراز کے والدِ محترم سید یوسف حسینی رحمۃ اللہ علیہ تھے لیکن عوام میں وہ سید راجہ قتال رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور تھے۔ ان کا مزار شریف خلد آباد (دکن) میں ہے

ولادت مُصنّفِ تاریخِ حبیبی نے آپ کا سنہ پیدائش ۷۲۳ھ لکھا ہے[۲] لیکن سیر محمدی کے مُصنّف حضرت مولانا شاہ محمد علی سامانی رحمۃ اللہ علیہ

---

[۱] تصوف اور اسلام ص ۱۵۴

[۲] ترجمہ تاریخِ حبیبی (اردو) ص ۷

نے ۴ رجب ۷۲۱ھ لکھا ہے[۱] اور یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔

اسمِ گرامی آپ کا اسم گرامی سید محمد تھا۔ ابو الفتح کنیت اور القاب صدر الدین ولی الاکبر الصادق۔ لیکن وہ ہمیشہ حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کے نام سے مشہور رہے۔ خود اپنی زندگی میں انھیں اسی نام سے مقبولیت حاصل تھی۔

گیسو دراز کی وجہ تسمیہ یہ روایت میں نے بچپن میں اپنے خاندان کی بزرگ خواتین سے سُنی تھی۔ اخبار الاخیار میں مولانا عبدالحق محدث دہلوی[۲]ؒ نے اور مؤلف بزمِ صوفیہ نے "خزینۃ الاصفیا" کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ ایک بار آپ کے پیر و مرشد حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ پالکی میں تشریف لے جا رہے تھے۔ دوسرے مریدوں کے ساتھ آپ بھی پالکی اُٹھائے ہوئے تھے۔ چونکہ آپ کے بال بہت دراز تھے۔ اس لیے پالکی کے نچلے حصہ سے اُلجھ گئے۔ آپ چاہتے تو پالکی روک کر اپنے بال سلجھا سکتے تھے۔ سخت تکلیف کے باوجود اپنے مرشد کی محبت، عقیدت اور احترام کی وجہ سے کچھ نہ بولے اور بدستور پالکی اٹھائے رہے۔ آخر حضرت چراغ دہلیؒ کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے محبوب مرید کے اس ایثار سے خوش ہو کر فی البدیہہ ایک شعر کہا ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

---

[۱] سیر محمدی ص ۳ (مطبوعہ یونانی دواخانہ پریس)
[۲] اخبار الاخیار۔ ص ۱۲۳

مرشد کے لب مبارک سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ آپ اس نام سے مشہور ہو گئے اور آج صدیاں گذرنے کے بعد بھی مرشد کا دیا ہوا نام عوام کے دلوں کو عقیدت و محبت سے گرما رہا ہے۔

بچپن آپ کو بچپن ہی سے عبادت اور تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو جمع کر لیتے اور انھیں نماز کی تبلیغ کرتے آٹھ سال کی عمر سے آپ نماز کے بہت پابند تھے اور بارہ سال کی عمر میں تو آپ شب بیداری فرمانے لگے تھے۔ خود فرماتے تھے:۔

"در دوازده سالگی خواب نمی دانستم کہ چہ باشد تمام شب مشغول می بودم"[۵۱]

صاحب سیر محمدی کا بیان ہے کہ دولت آباد میں ایک حضرت شیخ بابو رحم رہتے تھے۔ سماع سے جب ان پر مدہوشی طاری ہوتی تو وہ جو کچھ فرماتے وہی ہوتا۔ ایک دفعہ حضرت گیسو دراز رح اپنے والد ماجد کے ساتھ ان کے یہاں تشریف لے گئے انھوں نے آپ کی ولایت اور بزرگی کے یہاں میں جو کچھ پیشن گوئی کی ہو بہو وہی ہوا۔[۵۲]

آپ کے والد سید یوسف بھی باصفا درویش اور بزرگ تھے۔ وہ دہلی سے دکن تشریف لے گئے تھے۔ ان کے دکن جانے کی کوئی تاریخ متعین نہیں کی جا سکتی۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنے مرید حضرت برہان الدین غریب کو حکم دیا تھا کہ وہ مع اپنے ساتھیوں

---

۵۱ جوامع الکلم ص ۳۱۵

۵۲ سیر محمدی ص ۹

کے دکن تشریف لے جائیں اور وہاں تبلیغ کا کام کریں۔ حضرت برہان الدین غریب کے ساتھ چار سو حضرات دکن تشریف لے گئے۔ ان حضرات میں حضرت گیسو دراز رح کے والدِ ماجد اور والدۂ محترمہ بھی شامل تھیں۔ مُصنّف سیر محمدی کا کہنا ہے کہ جب حضرت سید یوسف دکن گئے تو حضرت گیسو دراز رح کی عمر چار سال تھی اس حساب سے ۷۲۵ھ ہجری میں ہوئی۔ حضرت غریب رح اس سے قبل ہی دکن جا چکے تھے۔

دکن سے واپسی

دکن میں حضرت گیسو دراز رح کے نانا صاحب تھے اور ان کے ماموں سید ابراہیم مستوفی دولت آباد کے صوبہ دار تھے۔ یہ وہ دور تھا جب محمد تغلق دولت آباد کو دارالخلافہ بنا چکا تھا۔ اور دہلی کے تمام علمار و شرفار سے لیکر معمولی پیشہ ور تک دکن آ چکے تھے۔ مؤلف سوانح خواجہ بندہ نواز رح لکھتے ہیں کہ سید محمد یوسف عرف راجو قتال رح انہیں علمار و شرفار کے ساتھ دکن تشریف لائے تھے[1]۔ غالباً دونوں ہی وجہیں تھیں۔ ابھی خواجہ گیسو دراز رح کی عمر دس سال ہی تھی کہ ۷۳۱ھ میں حضرت راجو قتال کا انتقال ہو گیا۔ چار سال تک آپ اپنے نانا صاحب کی سرپرستی میں رہے۔ اتفاقاً آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت بی بی رانی کی اپنے بھائی سید ابراہیم مستوفی سے کسی بات پر رنجش ہو گئی اور آپ دل برداشتہ ہو کر دہلی کے لیے روانہ ہو گئیں آپ کے ہمراہ حضرت گیسو دراز رح اور آپ کے بڑے بھائی حضرت سید حسین عرف سید چندن رح بھی تھے۔ جب ۷۳۶ھ میں یہ لوگ

---

[1] سوانح خواجہ بندہ نواز رح صد ۲۲

دہلی پہنچے تو حضرت گیسو دراز رح کی عمر پورے پندرہ سال تھی۔[1]

تعلیم علوم ظاہری وباطنی

آپ کی ظاہری تعلیم حضرت مولانا سید شرف الدین کیتھلی، مولانا تاج الدین بہادر اور مولانا عبدالمقتدر رح کے ہاتھوں ہوئی اور بہت جلد آپ کو مروجہ علوم و فنون میں کامل دسترس حاصل ہو گئی۔ مولف تاریخ حبیبی کے بیان کے مطابق اس وقت آپ کی عمر صرف انیس سال تھی۔ باطنی فیوض اس وقت کی سب سے عظیم ہستی حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح سے حاصل کیے۔ آپ کی بیعت کا واقعہ بہت دلچسپ ہے۔ دہلی آنے کے بعد پہلے جمعہ کو وہ اپنے بھائی سید چندن رح کے ساتھ حضرت بختیار کاکی رح کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک بزرگ نظر آئے۔ ان کے چہرے پر جلال وجمال دیکھ کر آپ ان کے عاشق ہو گئے اور خدا سے دعا کرنے لگے کہ حضرت چراغ دہلی رح یہی بزرگ ہوں۔ حضرت خواجہ گیسو دراز رح کو حضرت نظام الدین اولیاء رح اور ان کے رشتے سے حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح سے دلی عقیدت تھی۔ اور دکن سے چلتے ہوئے انھوں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ تعلیم باطنی حضرت چراغ دہلی رح ہی سے حاصل کریں گے۔ غرض دوسرے دن آپ اپنے بھائی حضرت سید چندن رح کے ساتھ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح کی خدمت میں تشریف لے گئے اور ان سے دونوں نے بیعت کی۔ حضرت سید چندن رح تو کاروبار میں لگ گئے۔ لیکن حضرت گیسو دراز رح حضرت چراغ دہلی رح کی خدمت گذاری

---

[1] تاریخ حبیبی صفحہ ۲۱

اور عبادت و ریاضت اور مجاہدے میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے نے جوامع الکلم میں نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں روز جلد جلد حاضر ہوا کروں۔ مگر مجبور تھا، کیونکہ میری مالی حالت اس قابل نہیں تھی کہ حضرت چراغ دہلی رح کی خدمت میں نذرانہ لیکر حاضر ہوتا۔ اور یہ مجھے اچھا نہیں لگتا تھا کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ جاؤں۔ لیکن حضرت چراغ دہلی خود آپ کو بہت زیادہ چاہتے۔ انھوں نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ تم ایسے وقت آتے ہو جب مجھے فرصت نہیں ہوتی۔ دل چاہتا ہے کہ تم سے کچھ باتیں کروں۔ اس وقت حضرت گیسو دراز رح کی عمر پندرہ سولہ سال تھی۔ پیر و مرشد کی اس عنایت نے ان کی بہت زیادہ ہمت افزائی کی[1]

حضرت گیسو دراز رح دن رات ریاضت میں مصروف رہنے لگے اور بہت جلد حضرت چراغ دہلی رح کے عزیز ترین مرید ہو گئے۔

خلافت

آپ کی عمر شریف سینتیس[2] سال تھی کہ دہلی میں وبا پھیل گئی۔ حضرت گیسو دراز رح کو خلہ کی بیماری ہو گئی۔ شدید کھانسی ہوئی اور آپ خون تھوکنے لگے۔ بہت علاج کیے مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخر حضرت چراغ دہلی رح نے کچھ دوا ارسال فرمائی جس سے مرض میں افاقہ ہوا اور کچھ دن بعد آپ کو صحت ہو گئی۔ تندرست ہوتے ہی آپ پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ان کے پاس کچھ اور لوگ بیٹھے تھے۔ انھوں نے سب کو رخصت کر دیا اور آپ سے ارشاد فرمایا۔ کہو بیماری میں

---

[1] تحفۂ احمدی ص ۱۳-۱۲

کیا گذری؟ آپ پر بیماری میں کچھ اور ہی کیفیت طاری ہوئی تھی۔ آپ نے جواب دیا۔ میں نے دیکھا کہ مجھے ایک جامہ پہنایا گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ یہ جامۂ ولایت ہے جب میں نے وہ لباس پہن لیا تو اسے اتار دینے کو کہا اور ایک اور دوسرا جامہ دیکر کہا اسے پہنو جب میں نے اسے پہن لیا تو پھر اسے اتار دینے کو کہا، میں نے وہ بھی اتار دیا۔ پھر تیسرا جامہ دیا گیا اور کہا اسے پہنو یہ جامۂ رسالت ہے۔ اور پھر مختلف لباس لائے گئے۔ اتحادؔ ربوبیت، الوہیت اور ہوّیت کے لباس لائے گئے جنھیں میں اتارتا اور پہنتا رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ یہ سب لباس ایک ہی حقیقت کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلیؒ کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔ انھوں نے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن اور پھر چند ایسے الفاظ ارشاد فرمائے جن سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ آپکی زندگی کے آخری لمحات آ گئے ہیں۔ انھوں نے اپنا کمبل اٹھا کر حضرت گیسو درازؒ کے ہاتھوں پر رکھ دیا اور آپ کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جب کوئی کسی کے لیے محنت کرتا ہے تو کسی خاص مقصد سے کرتا ہے۔ میں نے بھی تم پر ایک خاص مقصد کے لیے محنت کی تھی۔ اب وقت آ گیا ہے تم لوگوں سے بیعت لیا کرو۔ حضرت گیسو درازؒ نے گردن جھکا لی۔ آپ نے تین مرتبہ پوچھا۔ تم نے یہ کام قبول کیا۔ اور تینوں مرتبہ حضرت گیسو درازؒ نے جواب دیا۔ میں نے قبول کیا۔ پھر حضرت چراغ دہلیؒ نے دو وصیتیں ارشاد فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے ظاہری اوراد ترک نہ کرنا اور دوسرے میرے متعلقین سے اچھا سلوک کرنا اور رعایت ملحوظ رکھنا۔ کچھ دن بعد ہی حضرت چراغ دہلیؒ بیمار پڑے اور دو ہی دن میں وفات پا گئے۔

حضرت گیسو دراز رح نے اپنے پیر و مرشد کی گدی سنبھال لی۔ اور باقاعدہ بیعت لینے لگے۔ اس وقت آپ کی عمر لگ بھگ چھتیس سال تھی۔

سفرِ دکن حضرت گیسو دراز رح اسّی سال کی عمر تک اپنے پیر و مرشد کے جانشین کی حیثیت سے دہلی میں تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ ۸۰۱ھ میں اچانک امیر تیمور نے دہلی پر حملہ کر دیا۔ اس نے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی خوبصورت اور عالیشان مکانوں اور محلوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ شرفا اپنی عزت بچا بچا کر بھاگے۔ دہلی کے انہیں منتخب روزگار لوگوں میں حضرت گیسو دراز رح بھی تھے آپ اپنے مختصر سے خاندان اور کچھ مریدوں کے ساتھ دکن کے لیے روانہ ہو گئے۔ دہلی سے آپ بہادر پور پہنچے وہاں آپ کے مرید ملک محمد علی افغان اور مولانا بہاؤالدین نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کے قیام کے لیے قصبہ کے چند مکانات خالی کرا دئے۔ کچھ دن بعد پھر آپ نے عزمِ سفر فرمایا۔ اور گوالیار میں اپنے مرید مولانا علاؤالدین گوالیاری کے نام حسب ذیل خط لکھا۔

" فرزند دینی مولانا علاؤالدین[۱] گوالیاری! محمد حسینی الحسنی کی دعا کے بعد مطالعہ کرو۔ تقدیر سے اتفاق ایسا پیش آیا کہ ہم شہر (دہلی) سے حادثہ کی وجہ سے باہر نکلے ہیں۔ وہ حادثہ تقریر و تحریر سے باہر ہے۔ صرف دیکھ کے ہی جان سکتے ہو۔ ہمارا قصد گوالیار آنے کا ہے۔۔۔۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔ عجب زمانہ

---

۱ مولانا علاؤالدین گوالیاری حضرت خواجہ گیسو دراز رح کے مرید تھے۔ آپ دہلی میں مغلوں کے ہنگامے سے پہلے دس سال تک حضرت خواجہ رح کی خدمت میں رہے تھے۔

ہے۔ میں لوگوں سے احسان چاہتا ہوں کہ میں تمہارے پاس
آتا ہوں۔ میری امداد کرو[۱]"

بہادر پور میں نو دن کے قیام کے بعد آپ گوالیار روانہ ہو گئے
گوالیار سے بیس کوس کے فاصلے پر ایک عجیب حادثہ پیش آیا۔ جب
حضرت گیسو دراز رح ایک میدان سے گزرے تو بہت سے غیر مسلم لٹیروں نے
آپ کو گھیر لیا۔ قریب تھے کہ آپ کے قافلے کو لوٹ لیں کہ اچانک گوالیار
کی طرف سے ایک فوج آتی ہوئی دکھائی دی۔ حضرت کے ساتھی اور بھی
خائف ہو گئے وہ سمجھے کہ شاید ان لٹیروں کی مدد کو فوج آئی ہے۔ مگر جب
وہ لوگ قریب آئے تو معلوم ہوا کہ مولانا علاؤالدین گوالیاری اپنے ساتھیوں
کے ساتھ حضرت خواجہ رح کے استقبال کو آئے ہیں لٹیرے فرار ہو گئے۔ کچھ دن
آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ گوالیار کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ آپ نے
مولانا علاؤالدین گوالیاری کو خلافت عطا فرمائی۔ یہ آپ کے سب سے
پہلے خلیفہ ہیں۔ دہلی میں آپ نے کسی کو خلافت نہیں دی، بلکہ بہادر پور
میں مولانا بہاؤالدین کو اپنا وکیل مقرر کیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ جو
کوئی میرا مرید ہوا سے میری طرف سے ٹوپی پہنا دینا۔

کچھ دن آپ نے بھاندیر میں قیام فرمایا پھر ایرچہ ہوتے ہوئے
چندیری پہنچے اور پھر بڑودہ تشریف لے گئے۔ گجرات اور کنبھایت
سلطان پور سے گذرتے ہوئے دولت آباد تشریف لائے۔ یہیں آپ کے

---

[۱] اس سفر میں مولانا محمد علی سامانی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ اقتباسات ان
کی تالیف سیر محمدی سے لئے گئے۔

والد ماجد کا مزار ہے۔ یہاں آپ نے مزار کی زیارت فرمائی اور دیوگیر پہنچ گئے۔ دکن میں بہمنی سلطنت کا قیام ہو چکا تھا اور اس وقت فیروز شاہ تخت نشین تھا۔ اس نے جب آپ کی آمد کی اطلاع سُنی تو دیوگیر کے حاکم عضد الملک کو حکم بھیجا کہ میری طرف سے نذر لے کر حضرت گیسو دراز رح کی خدمت میں حاضر ہو۔ دیوگیر سے آپ گلبرگہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ سلطان فیروز لشکر کے ساتھ شہر سے باہر آیا اور آپ کا استقبال کیا۔ فیروز شاہ بڑے اہتمام کے ساتھ آپ کو شہر میں لے گیا اور اس نے اصرار کیا کہ حضرت خواجہ رح وہیں قیام فرمائیں۔ آپ راضی ہو گئے۔ اپنے خاندان کے افراد اور مریدوں کے ساتھ گلبرگہ میں ہمیشہ کے لیے مقیم ہو گئے۔ آپ کے اس سفر کے بارے میں یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ دہلی سے گلبرگہ تک آپ نے جہاں بھی قیام فرمایا سیکڑوں کی تعداد میں لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے اکثر آپ کے مرید بھی ہوئے۔ گویا اب آپ کے مریدوں کا حلقہ دہلی سے گلبرگہ تک پھیل گیا تھا۔

دکن میں آپ کی مقبولیت[1]

بہت مختصر سے عرصہ میں آپ کو دکن میں مقبولیت حاصل ہو گئی۔ سلطان فیروز شاہ

---

[1] دکن میں حضرت گیسو دراز رح کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کی وفات کے دو سو بیالیس سال بعد جب نصرتی مثنوی "گلشن عشق" لکھتا ہے تو منقبت کے بعد حضرت گیسو دراز رح کی شان میں اچھا خاصا ایک قصیدہ پڑھتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

زباں دھو کے پھل نیر سوں لکھ میں لاؤں | یو سید محمد حسینی کا ناؤں
جتے عاشقاں میں اچھے سر فراز | جتے جگ کا مخدوم بندہ نواز
او شہباز جس عرش اچھے آشیاں | جتے صید گہ وسعت لامکاں
جو کوئی تجھ محبت کے ماتے اہیں | وہ دنیا میں رہ دین پاتے اہیں

(مثنوی گلشن عشق صنہ ۲۰ ۔ مرتبہ ڈاکٹر عبدالحق)

اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ دکن میں آپ کی مقبولیت کا اندازہ ان دو اقتباسات سے ہو سکتا ہے:۔

"سید محمود واعظی سے احمد شاہ بہمنی نے پوچھا کہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ اور گیسو درازؒ میں کس کو ترجیح دی جائے۔ فرمایا۔ شاہ نعمتؒ ایک مرد باغبان ہیں اور گیسو درازؒ عشقِ الٰہی کا ایک درخت ہیں جس کی جڑیں زمین میں گئی ہوئی ہیں اور شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ جو کوئی آتا ہے اس درخت کے سائے میں بیٹھتا ہے۔ اس کا پھل کھاتا ہے اور اس سے فیضیاب ہوتا ہے"[1]

ایک اور ایسا ہی واقعہ ہے ایک دفعہ ایک شخص نے کسی سے پوچھا کہ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت گیسو درازؒ میں کس کو افضلیت حاصل ہے۔ اس نے جواب دیا:۔

"حضرت محمد رسول اللہ اگرچہ پیغمبر خدا است۔ اما سبحان اللہ مخدوم سید محمد گیسو درازؒ چیزے دیگر است"[2]

سلطان فیروز شاہ کا جانشین سلطان احمد شاہ بہمنی آپ کا بہت معتقد تھا۔ اب تک اس خاندان کے لوگ شیخ محمد سراجؒ کے خاندان کے معتقد تھے۔ مگر یہ بادشاہ اپنی خاندانی روایات کے خلاف حضرت گیسو درازؒ کا مرید ہو گیا۔ اس نے آپ کے لیے ایک شاندار عمارت بھی بنوائی اور حسن آباد گلبرگہ کی سرکار میں آپ کے لیے کچھ قصبے۔ قریے اور

---

[1] حالات دلگداز معروف بہ سوانح حیات حضرت گیسو درازؒ مصنفہ کلیم محمد عمر صد ۱۹

[2] تاریخ فرشتہ ج ا صد ۳۲۰

پرگنے وقف کردیے جن سے آپ کے متعلّقین کے اخراجات پورے ہوا کرتے تھے ؎۱

خودداری آپ نے زندگی بھر کسی بڑی سے بڑی طاقت کے آگے بھی سر نہیں جھکایا۔ ایک دفعہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے اپنے ایک امیر محمد جعفر نامی کی معرفت آپ کو پیغام بھجوایا۔ ہمارے دربار میں آئیے ہم کسی ممتاز منصب پر فائز کر دیں گے۔ آپ نے کہلوا بھیجا میں فقیر ہوں میرا کام صرف انسانوں کے لیے دعا کرنا ہے۔ اور دولت تو میرے لیے سانپ اور آگ کی طرح ہے ؎۲

دہلی میں ایسا ہی ایک اور واقعہ ہوا۔ ایک دفعہ دلّی کے پُرانے قلعہ سے راجہ اسوکھا کے دَور کی ایک لوح نکلی جس پر خزانے کا پتہ درج تھا۔ کوئی اس لوح کو نہ پڑھ سکا۔ شاہِ وقت نے وہ لوح حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح کی خدمت میں بھیجی۔ حضرت چراغ دہلی رح نے وہ لوح حضرت گیسو دراز رح کی خدمت میں پیش کی۔ کلیم محمد عمر کا بیان ہے کہ آپ موقعہ پر گئے۔ کچھ دعائیں پڑھیں اور صحیح جگہ کی نشان دہی کر دی (اس نشان دہی کی بڑی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ بقولِ مؤلف تاریخ حبیبی سنسکرت کے ماہر تھے اس لیے شاید آپ اس عبارت کو پڑھنے میں کامیاب ہو گئے ہوں) غرض وہ خزانہ نکال لیا گیا۔ شاہ وقت نے ایک معقول حصہ آپ کی خدمت میں بھی روانہ کیا۔ آپ نے اسے قبول کرنے

؎۱ تاریخ فرشتہ جلد ۱۔ ص ۳۲۰-۳۱۹

؎۲ حالاتِ دلگداز ص ۹

سے صاف انکار کر دیا اور ارشاد فرمایا۔ میں صرف اپنے پیر و مرشد کے حکم سے گیا تھا۔ دولت حاصل کرنے کے لیے نہیں[1]

آپ کبھی کسی دربار میں تشریف نہیں لے گئے۔ خود کسی کے لیے تعظیماً کھڑے بھی نہیں ہوتے تھے۔ مگر صرف بادشاہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم اولی الامر ہو اس لیے تمہارے واسطے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ جب بادشاہ آنا چاہتا تھا تو ایک دن پہلے کہلا دیا کرتا تھا آپ ارشاد فرماتے فلاں دن آنا۔ پہلے سے کھانے کا حکم فرماتے اور جب بادشاہ آتا تو لوگ اس کے سامنے دسترخوان بچھاتے وہ کھانا کھاتا اور پھر واپس جاتا۔ دسترخوان کا دستور یہ تھا کہ ہر شخص کے سامنے چار روٹیاں رکھی جاتی تھیں اور ایک گہری پلیٹ میں سالن... دو آدمی شریک ہو کر کھانا کھاتے۔ ایک ایک پیالہ آش کا ہر شخص کے سامنے ہوتا جب لوگ کھانا کھا چکتے تو اپنا بچا ہوا کھانا ساتھ لے جاتے۔ شاہِ وقت بھی اس بچے ہوئے کھانے کو تبرک سمجھ کر لے جاتا[2]

آپ کو جو کچھ بھی ملتا، غریبوں اور فقیروں میں تقسیم کر دیتے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ ہر سال آپ کی سالگرہ کرتی تھیں۔ والدہ کے وصال کے بعد بی بی خاتون کرتی رہیں۔ ان کے بھی انتقال کے بعد آپ کی صاحبزادی بی بی بتول کیا کرتیں۔ سالگرہ کے موقعہ پر اکثر لوگ آپ کی خدمت میں نذر لے کر حاضر ہوتے۔ آپ صدقہ الگ رکھتے جاتے اور مبارکبادی الگ۔

---

[1] حالات دلگداز صہ ۹

[2] سیر محمدی صہ ۲۷

صدقہ غریبوں میں تقسیم فرماتے اور مبارکبادی اپنی ذات پر خرچ فرماتے۔

طریقہ بیعت جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوتا تو آپ اپنا سیدھا ہاتھ مرید کے ہاتھ پر رکھ دیتے اور فرماتے: "تم نے اس ضعیف اور اس ضعیف کے خواجہ اور خواجہ کے خواجہ اور تمام مشائخ طبقات سے عہد کیا ہے کہ ہمیشہ نگاہ کی اور زبان کی حفاظت کروگے اور طریقہ شریعت پر قائم رہوگے۔"[1]

مرید کے عہد کر لینے کے بعد آپ تکبیر پڑھتے۔ قینچی سے مرید کے کانوں کے پاس سے تھوڑے سے بال تراشتے، اور ایک چار گوشہ ٹوپی اس کے سر پر رکھ دیتے۔ پھر مرید دو رکعت نماز پڑھتا نماز کے بعد آپ باجماعت نماز پڑھنے کی سخت تاکید فرماتے اور کچھ وظائف بتاتے۔

آپ کی تعلیمات حضرت گیسو دراز رح کی درگاہ کے جانشین حضرت مولانا سید شاہ محمد حسینی رح نے تصانیف حضرت خواجہ رح کا تعارف شائع کیا ہے۔ اس کے آخر میں حضرت کی تمام تصنیفات میں سے ماخوذ آپ کی تعلیمات کو مختصر سے الفاظ میں بیان کیا ہے میں یہاں انھیں بجنسہ درج کیے دیتا ہوں۔

۱۔ کھانا شروع کرے تو بسم اللہ کہے۔

۲۔ طلب رزق میں غمگین نہ رہے۔

۳۔ زیادہ سونے کی بجائے بیدار رہے۔ پیٹ بھر کھانے کی بجائے بھوکا رہے۔ خوشی و غمی اور نرمی و سختی کا عادی ہو جائے۔

---

[1] حالات بندہ نواز رح صہ ۳۹

۴۔ دو کام ضروری ہیں۔ تزکیۂ نفس و توجّہ تام

۵۔ بہت زیادہ خوش طبعی یا مذاق کرنا مکروہ ہے

۶۔ علم کا طلب کرنا فرض ہے۔ علم کے ساتھ اگر عمل نہ ہو تو وہ علم عقیم (بانجھ) ہے۔ اگر عمل کے ساتھ علم نہ ہو تو وہ عمل سقیم (بیمار) ہے۔

۷۔ آدمی کو میانہ رو ہونا چاہیئے۔ نہ بالکل پھٹے پرانے اور نہ بہت آراستہ و پیراستہ بلکہ اوسط درجے کے کپڑے پہنے۔

۸۔ صحبتِ نیک لازمی اور ضروری ہے۔ صحبتِ بد سے تنہائی بہتر ہے، اور تنہائی سے نیک صحبت بہتر۔

۹۔ بد خلقی بُری چیز ہے جس کے اخلاق بُرے ہوں وہ کبھی آرام سے نہیں رہتا۔

۱۰۔ کمترین حسن خلق یہ ہے کہ اگر کسی نے تکلیف پہنچائی تو برداشت کرے۔ بدلہ نہ لے۔ کوئی زیادتی کرے تو رحم کرے اور اس کے لیے خدا سے دُعا مانگے۔

شادی اسلام نے ہماری سماجی زندگی پر زور دیا ہے۔ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ شادی کی تاکید کرتے تھے حضرت گیسودرازؒ نے بھی کوشش کی کہ ان کی پوری زندگی سنتِ رسول کے مطابق ہو آپ کی عمر لگ بھگ چالیس سال ہوئی تو والدہ ماجدہ کے حکم کے مطابق حضرت سیّد احمد پسر مولانا جمال الدین مغربی کی صاحبزادی سے شادی کرلی۔

اولاد حضرت سید احمد پسر مولانا جمال الدین مغربی کی صاحبزادی۔ بی بی رضا خاتون کے بطن سے دو صاحبزادے ہوئے۔ بڑے صاحبزادے حضرت سید محمد اکبر حسینی عرف میاں بڑے اور چھوٹے صاحبزادے سید محمد اصغر حسینی تھے۔ نیز تین صاحبزادیاں بھی ہوئیں۔

اردو کے اولین نثر نگار ابھی تک قدیم نثر کے جتنے رسالے

دستیاب ہوئے ہیں ان میں سب سے قدیم معراج العاشقین ہے۔ اگرچہ پروفیسر حامد حسن قادری اردو کا سب سے پہلا نثر نگار شمالی ہند کے ایک بزرگ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رح کو قرار دیتے ہیں۔ اور ان کی تصنیفات میں ایک رسالہ "اخلاق و تصوف" کا حوالہ بھی دیتے ہیں لیکن وہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا[1]۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے راقم الحروف کو بتایا تھا کہ حضرت سید اشرف سمنانی رح کا ایک دوسرا اردو رسالہ بھی ملا ہے جسے کوئی صاحب مرتب کر رہے ہیں۔ گو قادری صاحب اور نظامی صاحب کے بیان کے مطابق اردو کے اولین نثر نگار ہونے کا شرف حضرت جہانگیر رح کو حاصل ہے۔ لیکن جب تک ان کا کوئی رسالہ شائع نہیں ہو جاتا ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جہاں یہ امکان ہے کہ وہ رسالہ حضرت اشرف رح کی تصنیف ہے وہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعد کی تصنیف ہو اور ان سے منسوب کر دی گئی ہو جیسا کہ اکثر ہوتا رہا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی اور بعض دوسرے مورخین حضرت عین الدین گنج العلم رح کو اردو کا اولین نثر نگار کہتے ہیں، مگر ابھی ان کی بھی کوئی مستند تصنیف نہیں ملتی اس لیے ہمیں حضرت گیسو دراز رح ہی کو پہلا نثر نگار تسلیم کرنا چاہیے۔

---

[1] قادری صاحب نے تاریخ و تنقید میں حضرت جہانگیر سمنانی رح کے اس رسالہ کا ذکر جناب میر نذر علی درد کاکوروی کے ایک مضمون کے حوالے سے کیا ہے۔ یہ مضمون ۱۹۳۳ء کے "یادگار" میں شائع ہوا تھا۔ لیکن حضرت سمنانی رح کا وہ رسالہ ابھی تک منظر عام پر نہیں آیا۔

معراج العاشقین کا زمانہ تصنیف

معراج العاشقین کے ابھی تک جتنے بھی نسخے ملے ہیں ان میں سے کسی پر بھی زمانۂ تصنیف نہیں ملا۔ کسی خاص سنہ کا تعین کرنا تو ممکن نہیں لیکن اس چوتھائی صدی کا تعین ضرور کیا جاسکتا ہے جس میں وہ تصنیف کی گئی ہے۔ خواجہ صاحب آٹھ سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ دکن تشریف لائے تھے اور پندرہ سال کی عمر تک یہیں مقیم رہے۔ اس دوران میں تصوف سے ان کی واقفیت اس قدر نہیں تھی کہ وہ تصنیف کا کام کر سکتے۔ اور پھر ہمیں حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کی وہ ہدایت بھی یاد ہے جو انھوں نے حضرت گیسو درازؒ کو تصنیف و تالیف کے سلسلے میں دی تھی انہیں کے حکم سے آپ اس طرف متوجہ بھی ہوئے تھے اس کا بھی امکان ہو سکتا ہے کہ حضرت گیسو درازؒ نے دہلی کے اس قدر طویل قیام میں یہ کتاب لکھی ہو لیکن معراج العاشقین میں دکنی الفاظ اور محاورے اس کے شاہد ہیں کہ یہ کتاب دکن میں ہی لکھی گئی اور اہل دکن کے لیئے لکھی گئی۔ دوسری بار آپ سنہ ۸۰۴ھ میں دکن تشریف لے گئے تھے اور ۸۲۵ ہجری میں وہاں انتقال فرمایا۔ اسی بیس اکیس سال کے عرصے میں یہ کتاب لکھی گئی۔

معراج العاشقین

حضرت بندہ نوازؒ کی تمام تصنیفات کی طرح یہ رسالہ بھی تصوف پر ہے۔ اس رسالے میں وہ تمام اصول و ضوابط بتائے ہیں جن پر عمل کرنے سے سالک مقامِ ذات تک پہنچ جاتا ہے۔ انھوں نے تن یعنی وجود کی پانچ قسمیں بتائی ہیں۔ واجب الوجود۔ ممکن الوجود۔ ممتنع الوجود۔ عارف الوجود اور واحد الوجود۔ ہر وجود کے پانچ خصائص اور پانچ ایسے اصول یا طریقے بتائے ہیں جن کے

عمل کرنے سے انسان کو اس منزل سے عروج ہوتا ہے۔ ان پانچوں قسموں کے مقامات بھی بتائے ہیں۔ واجب الوجود کا مقام نفسِ امارہ۔ ممکن الوجود کا نفسِ لواحہ۔ ممتنع الوجود کا نفسِ مطمئنہ، عارف الوجود کا آنحضرت واحد الوجود کا ذاتِ خداوندی۔ اسی طرح ہر منزل کے نگہبان بتائے ہیں یعنی میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل۔ جبرائیل اور ابلیس۔ پھر مختصراً سالک کی پانچوں منازل اور ان کے ذکر بتائے ہیں۔ شریعت کا تعلق ذکر قلبی اور جسم سے۔ طریقت کا ذکر قلبی اور نفس سے ہے۔ حقیقت کا ذکر روحی اور دل سے ہے۔ معرفت کا ذکر سرّی اور روح سے ہے اور وحدانیت کا ذکر خفی اور ذات سے ہے۔ سالک کو مقامِ ذات تک پہنچنے کے لئے ان منازل سے گزرنا ضروری ہے۔ حضرت بندہ نواز رح نے آنحضرت صلعم کا معراج پر تشریف لے جانے کا واقعہ بھی بیان کیا ہے اور آخر میں پیر کی اہمیت اور اس کے دس اوصاف بتائے ہیں۔

معراج العاشقین کا لسانی جائزہ [۱]

جنوبی ہند پر سب سے پہلے علاؤالدین خلجی نے حملے شروع کیے اور پھر ایک طویل عرصہ کے بعد محمد تغلق کے سپہ سالار ملک کافور نے راس کماری تک فتح کر لیا۔ محمد شاہ تغلق نے دیوگیر کو دارالخلافہ بنایا اور دہلی کی پوری آبادی دیوگیر منتقل ہو گئی یہ لوگ اپنے ساتھ وہی زبان لے گئے تھے جس کی بنیاد دکھڑی بولی پر تھی اور جس پر برج بھاشا۔ مہاراشٹری قنوجی اور ہریانی کے اثرات تھے۔ یعنی اردو اپنی ابتدائی شکل میں دکن پہنچ

---

[۱] میں نے ڈاکٹر مسعود حسین کی معرکۃ الآرا تصنیف مقدمہ زبان اردو سے خاص طور پر مدد لی ہے

گئی۔ اگر اس اردو کا مطالعہ کیا جائے تو بہ آسانی معلوم ہو جائے گا کہ اس زبان پر سب سے گہرا اثر ہریانی اور پھر پنجابی کا ہے۔ چونکہ مسلمان کافی عرصہ پنجاب میں رہ چکے تھے اس لیے وہاں کی مقامی زبان میں فارسی، عربی اور ترکی کے بہت سے الفاظ شامل ہو گئے تھے۔ پروفیسر شیرانی اردو کی ابتدا پنجاب سے بتاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ فارسی و عربی اور پنجاب کی مقامی زبان سے مل کر جس نئی زبان کی تشکیل ہوئی تھی وہی آگے چل کر اردو بنی۔[۱۵]

مولانا سلیمان ندوی اردو کی ابتدا سندھ سے بتاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ چونکہ مسلمان سب سے پہلے سندھ میں تجار کی حیثیت سے آئے تھے اس لیے ہندستانیوں سے ان کے میل جول سے ایک نئی زبان کا وجود میں آنا لازمی تھا۔ اور یہ نئی زبان اردو ہے۔[۱۶]

یہ ٹھیک ہے کہ دو قوموں کے میل جول سے ایک مشترکہ زبان کا وجود میں آنا لازمی ہوتا ہے لیکن ہندستان میں عربی کا واسطہ غیر سامی خاندان کی زبانوں سے پڑا۔ اس لیے چند الفاظ کا لین دین تو ضرور ہوا بلکہ مقامی زبان کے رسم الخط پر اس کا اثر بھی پڑا (یعنی سندھی زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے) مگر اس سے آگے کچھ نہ ہوا۔

مولانا آزاد اور مولانا شمس اللہ قادری اردو کی اصل برج بھاشا بتاتے ہیں۔ حالانکہ اپنے ڈول کینڈے۔ اسماء اور افعال کے اعتبار سے اردو برج بھاشا سے بہت دور اور کھڑی بولی و ہریانی سے قریب ہے۔

---

۱۵ ملاحظہ ہو، پنجاب میں اردو، محمود شیرانی۔

۱۶ نقوش سلیمانی۔

البتہ برج نے اردو پر گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب اکبر نے دہلی کی بجائے آگرہ دارالخلافہ بنا لیا تھا اور ہندو مسلم تعلقات اس حد تک استوار ہو گئے تھے کہ شاہی محل میں ہندو رانیاں آ گئی تھیں۔

چونکہ معراج العاشقین اردو کی اولین نثر ہے اس لیے یہ اس لسانی نزاع کا بخوبی تصفیہ کر سکتی ہے۔

پروفیسر شیرانی نے طویل الفاظ کی فہرست دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ اردو میں سب سے زیادہ پنجابی الفاظ ہیں اس لحاظ سے اردو پنجابی کی بیٹی ہے لیکن معراج العاشقین ثبوت ہے اس بات کا کہ اردو پنجابی کی بہن ہے بیٹی نہیں۔ یہاں میں دکنی زبان کی چند خصوصیات بیان کروں گا جس سے میری بات اور واضح ہو جائے گی۔

دکنی میں "سی" مستقبل کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً

"نظر سوں خدا کوں دیکھیں گے تو خدا نظر نہ آسی۔"

(سب رس، ملا وجہی)

یعنی نظر سے خدا کو دیکھیں تو خدا نظر نہیں آئے گا۔

چونکہ پنجابی میں آج تک فعل مستقبل بنانے کا یہی قاعدہ ہے اس لیے شیرانی صاحب فرماتے ہیں کہ اردو نے یہ قاعدہ پنجابی سے لیا ہے۔ لیکن معراج العاشقین اس دعوے کا ثبوت ہے کہ دکنی نے یہ قاعدہ مقامی زبانوں سے لیا ہے۔ گجراتی مارواڑی وغیرہ میں بھی یہی قاعدہ مروج ہے۔ کیونکہ حضرت گیسودرازؒ نے فعل مستقبل کے لیے معمولی سی ترمیم کے ساتھ وہی قاعدہ استعمال کیا ہے جو کھڑی بولی میں تھا۔ یعنی کھڑی میں کبیر کہتے ہیں۔

آؤں گا نہ جاؤں گا مروں گا نہ جیوں گا
گرو کے ساتھ رم رم رہوں گا

لیکن حضرت گیسو دراز رح نے "شفا پاوے گا"۔ "طبیب ہوئے گا"۔ "معلوم ہوئے گا"۔ لکھا ہے۔ یعنی دکنی میں بعد میں "سی" لگا کر فعل مستقبل بنانے کا قاعدہ مروج ہوا ہے۔ پنجابی میں "اور" کے لیے "ہور" استعمال ہوتا ہے۔ دکنی میں بھی یہ لفظ "ہور" ہے۔ لیکن کھڑی بولی میں آج بھی ہور ہی استعمال ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ لفظ کھڑی بولی سے لیا گیا ہے پنجابی سے نہیں۔

"ڈ" اور "ڈھ" ہریانی اور کھڑی بولی کی طرح "ڑ" اور "ڑھ" سے بدل جاتی ہیں۔ یہاں بھی پروفیسر شیرانی کا خیال ہے کہ یہ آوازیں پنجابی سے لی گئی ہیں۔ مگر ہم ہریانی اور کھڑی بولی میں یہ آوازیں آج تک سنتے ہیں۔

اردو میں جمع بنانے کے لیے "وں" لگا دیتے ہیں۔ مثلاً عورت سے عورتوں۔ مرد سے "مردوں"۔ لیکن دکنی میں عورت کی جمع "عورتاں" اور مرد کی جمع "مرداں" آتی ہے یعنی اسم کے ساتھ "اں" بڑھا دیتے ہیں۔ پروفیسر شیرانی کا خیال ہے کہ جمع بنانے کا یہ قاعدہ اردو میں پنجابی سے آیا ہے۔ لیکن بقولِ ڈاکٹر مسعود حسین اس کی توجیہہ ہریانی زبان سے بھی کی جاسکتی ہے۔ شیخ محبوب عالم کے "محشر نامہ" میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ ٹکراں۔ غریباں۔ جھوٹاں۔ اونٹاں۔ اور "محشر نامہ" ہریانی زبان میں تصنیف ہوا تھا۔

اردو میں ایسے مصادر جن کی علامت سے قبل "ا" یا "و" نہیں ہوتا۔ انھیں ماضی بنانے کے لیے علامت مصدر ہٹا کر "ا" لگا دیتے ہیں مثلاً چلنا سے چل اور "ا" لگا کر چلا۔ لیکن دکنی میں یہ قاعدہ مختلف ہے اس میں علامتِ مصدر ہٹا کر "یا" لگا دیتے ہیں۔ مثلاً چلنا سے چلیا۔ رکھنا سے ماضی مطلق رکھیا۔ پروفیسر شیرانی کا خیال ہے دکنی میں یہ قاعدہ پنجابی سے لیا گیا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی مطلق بنانے کا یہ قاعدہ

اپ بھرنش اور اس دَور کی دوسری مروجہ زبانوں میں بھی موجود تھا۔ اس لیے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ دکنی نے یہ قاعدہ کس سے لیا۔

پنجابی اور دکنی کے ضمائر بالکل مختلف ہیں۔ پنجابی میں "اسی" اور دکنی میں "ہم" اور "ہمیں" آتا ہے۔ پنجابی میں "تسی" اور دکنی میں "تم" استعمال ہوتا ہے۔ ہریانی میں بھی وہی ضمائر ملتے ہیں۔ صرف دکنی کا "تُم" ہریانی میں "تَم" ہوگیا ہے۔

ضمائر اشارہ بھی دکنی میں وہی ملتے ہیں جو ہریانی میں اردو کا "یہ" دکنی میں "یو" ملتا ہے۔ ہریانی میں بھی "یو" ملتا ہے۔ اردو کا "اِس" دکنی میں بھی "اِس" ملتا ہے۔ لیکن پنجابی میں "ایس" ہے۔ "جو"۔ "جس" وغیرہ دکنی اور ہریانی دونوں میں ملتے ہیں۔

یہاں تک ہم نے پنجابی اور دکنی کا تقابلی مطالعہ کیا تھا۔ اب معراج العاشقین کی کچھ اور لسانی خصوصیات ملاحظہ ہوں۔

معراج العاشقین میں فعل حال بنانے کا قاعدہ وہی ہے جو اردو میں ہے۔ مثلاً وہ آتا ہے۔ کھاتا ہے وغیرہ

اردو میں ضمائر نفس کے لیے اپنا۔ اپنے اور اپنی استعمال ہوتا ہے جبکہ دکنی میں "تمارا" "تمارے" اور "تماری" استعمال ہوتا ہے۔ معراج العاشقین میں یہ ضمائر دونوں طرح سے آئے ہیں۔

علامتِ فاعلی "نے" دکنی میں کسی فعل کے ساتھ استعمال نہیں ہوتی مثلاً اردو میں کہیں گے "تم نے کھانا کھایا"۔ مگر دکنی میں کہیں گے "تم کھانا کھایا"۔ اور حضرت گیسو دراز نے بھی "نے" استعمال نہیں کیا۔

ہربانی میں بھ - بھ - چھ اور دھ کے تلفظ کو سہل کردیا جاتا ہے
مثلاً مجھ کو "مج" تجھ کو "تج" وغیرہ۔ یہی قاعدہ دکنی میں ہے
لیکن معراج العاشقین میں میرے اور تیرے ہی استعمال ہوا ہے۔
جن حروف کے آخر میں حرفِ "چ" ہوتا ہے اس کے ساتھ "ہ" اور
بڑھا دیتے ہیں۔ مثلاً اردو کے پانچ کو دکنی میں "پانچہ" کہیں گے حضرت
گیسودراز رح نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

دکنی میں اردو کا حرف تخصیص "چ" کی صورت میں آتا ہے۔ مثلاً
اردو کے "کاغذ ہی" کو دکنی میں "کاغذچ" کہیں گے۔ "ایک ہی" کو
"ایکیچ" کہیں گے۔ لیکن یہ "چ" معراج العاشقین میں بالکل نہیں ہے
احسن مارہروی نے جو قدیم نثر کے نمونے دئیے ہیں ان میں یہ سب سے
پہلے "سب رس" میں ملتا ہے۔ ممکن ہے اس سے قبل بھی دکنی میں استعمال
ہوا ہو۔ غالباً دکنی نے یہ قاعدہ دراوڑی زبانوں سے لیا ہے۔

دکنی میں منگنا بہ معنی چاہنا استعمال ہوا ہے۔ لیکن "چ" کی طرح
یہ قاعدہ بھی معراج العاشقین میں نہیں ہے۔ اس کا رواج بعد میں
ہوا ہے۔

دکنی میں عربی الفاظ کی املا آسان کردی جاتی ہے۔ مثلاً "نفع"
کو "نفا" اور "واقعہ" کو "واقا" وغیرہ لکھیں گے۔ مگر معراج العاشقین
میں عربی الفاظ کی املا میں کوئی ترمیم نہیں کی گئی۔ البتہ اگر کسی لفظ کے بیچ
میں "ہ" آگئی ہے تو اسے گرادیا گیا ہے۔ مثلاً "پہلا" کو "پیلا"
لکھا ہے۔ اور اگر کسی لفظ کے آخر میں بھ - پھ - تھ وغیرہ آئے ہیں تو
اسے بھی سادہ کردیا ہے۔ مثلاً "ہاتھ" کو "ہات" لکھا ہے۔

دکنی میں حرفِ اضافت کی بھی مونث کی صورت میں جمع کردی جاتی ہے۔ حضرت گیسو درازرح نے بھی ایسا کیا ہے۔ مثلاً "یوں نو دہزار باتاں اللہ کیاں ہور محمدؐ کیاں ہویاں"۔ اس میں "کی" کی جمع "کیاں" کردی گئی ہے۔

چونکہ معراج العاشقین اردو کے بالکل ابتدائی دور میں لکھی گئی تھی اس لیے اس میں بہت سے وہ اصول وضوابط مفقود ہیں جن کا تعین بعد میں ہوا اسی لئے حضرت بندہ نوازرح نے تذکیرو تانیث۔ جمع بنانے کے قاعدے حرف اضافت اور "کو" وغیرہ کا بہت غلط استعمال کیا ہے۔

معراج العاشقین

قَالَ نبی عَلَیہِ السَّلَام کہے انسان کے بوجنے کوں پانچہ تن۔ ہر ایک تن کوں پانچ دروانے ہیں ہور پانچ دربان ہیں۔ پیلا تن واجب الوجود مقام اس کا شیطانی۔ نفس اس کا امّارہ یعنی واجب کے آنک سوں غیر نہ دیکھنا سو۔ حرص کے کان سوں غیر نہ سنا سو۔ حسد نک سوں بدبوئی نہ لینا سو۔ بغض کے زباں سوں بدبوئی نہ لینا سو کینا کے شہوت کوں غیر جا کا خرچنا سو۔ پیر طبیب کامل ہونا نبض پچھان کو دوا دینا۔

طبیب عشق را دکاں کدام است
علاج جاں کند او را چہ نام است

پیر منع کیئے سو پرہیز کرنا۔ مراقبہ کی گولی مشاہدے کے کانسے ہیں میکائل کے مدد کے پانی سوں۔ جلی کا کاڑا کر کو پیلانا۔ سکُن کا کاڑا دینا۔ نرگُن ہوا تو شفا پاوے گا طبیب فرمائے تیوں پرہیز کرے۔ تو اسنے بھی طبیب ہووے گا ہور ماٹی میں ماٹی۔ ماٹی میں پانی۔ ماٹی میں آگ۔ ماٹی میں بارا۔ ماٹی میں خالی۔ ان پانچہ

عناصراں کا واجب الوجود بوجیا تو معرفت تمام ہوا۔ دوسرا تن ممکن الوجود۔
اس کا نگہبان اسرافیل۔ نفس لوّامہ۔ حواس خمسہ ممکن کے آنک سوں غیر
نہ دیکھنا سو۔ غفلت کے کان سوں غیر نہ سُنا سو۔ وسواس کے نک سوں
بدبوئی نا لینا سو۔ بخلی کے زبان سوں غیر نہ بولنا سو۔ مغروری کی شہوت
کوں غیر جاگا نہ دوڑانا سو۔ غفلت ہور غضب ان پانچہ خواص کا مراقبہ
کرنا۔ پیر کے ممکن کا مشاہدہ قائم کرنا۔ ذکر قلبی کر شریعت کے کانسے
میں پیلانا۔ نر گن ہوا تو ممکن کا درد جاوے گا، یوں پانی میں ماٹی
پانی میں پانی۔ آگ میں پانی پانی میں بارا۔ پانی میں خالی۔ پانچہ
عناصراں کا ممکن الوجود بوجیا تو طریقت تمام ہوا۔ تیسرا تن ممتنع الوجود
اس کا قابض کرنے ہارا عزرائیل نفس مطمئنہ۔ اسے پانچہ پارڑے
ہیں۔ ممتنع کے آنک سوں خدا طرف نا دیکھنا سو۔ سر کا درد دونوں
کانوں سوں خدا کا کلام نا سُنا سو۔ تہنڈ ناک سوں خدا کی بوئی نا لینا
سو۔ تپ زبان سوں حق کی باتاں نا بولنا سو اچھے۔ شہوت کوں نا
سنبھالنا سو کان پے۔ اون پانچہ خواص کے پوڑی باندنا۔ پیر کے
ممکن کا مشاہدہ کرنا۔ ذکر روحی کے شہد میں میلا کر سگُن کے پانی
سوں پینا۔ نر گن ہوا تو ممتنع کا درد جائے گا۔ آگ میں ماٹی
آگ میں بارا بارے میں آگ۔ آگ میں خالی۔ یو پانچہ عناصراں
کا ممتنع الوجود بوجیا تو پیر کا روح معلوم ہوے گا۔ یوں ہوا تو
حقیقت تمام ہوا۔ چوتھا تن عارف الوجود اسے جبرئیل دینے ہارا
او سو نورانی تن محمد کا بولتے ہیں۔ عارف کے آنک سوں جبرئیل
کوں دیکھنا۔ کانوں سوں جبرئیل کی باتاں سُننا۔ ناک سوں جبرئیل کی

بوئی لینا۔ زبان سوں جبرئیل کی باتاں بولنا۔ شہوت کون جبرئیل لک اسے انیڑنا اون پانچہ خواص کوں یک جاگا میلانا۔ پیر کی صفتاں کوں اپنے صفتاں کوں مطالعہ کرنا سو۔ مراقبہ پیر کے عارف تن کا مشاہدہ باندکر ذکر سری کی سوچی سگنؑ کے شکر نرگنؑ کے پانی میں پکا کر کھانا۔ پرہیز اس کا پیر سیوائے ہور نا دیکھنا یوں ہوا تو عارف تن کا درد جائے گا۔ دل میں جیون رس اچھے یا رس میں جیون سن مٹھائی یوں ہوا تو اسے محمدی بولتے ہیں بارے میں بارا۔ بارے میں ماٹی۔ ماٹی میں پانی۔ پانی میں بارا۔ بارے میں خالی یوں پانچہ عناصراں کا عارف الوجود بوجیا تو معرفت تمام ہوا۔ پانچواں تن واحدالوجود۔ اس کا فرشتہ ابلیس او خدا کے دروازے پر رہتا ہے۔ حدیث قلوب المومنین بیت اللہ تعالیٰ آئے گا۔ ایگانے کو اونے دیتا۔ بیگانے کو اننے نیں دیتا۔ اس کی آشنائی کئے تو اللہ ملنا ہوتا ہے واحدالوجود کے آنک سوں۔ عشق کے کان سوں۔ محبت کی ناک سوں۔ یاد کا دم اس کی زبان سوں۔ ذکر لسان الغیب اسے الہام بولتے ہیں۔ اس کا شہوت سوں صبر۔ اس پانچہ خواص کا مراقبہ باندنا۔ پیر کے واحدالوجود کا مشاہدہ کرنا۔ توحید کے دریا میں ٹھہرنا ذکر خفی کے محل میں وحدہٗ لاشریک لہٗ کی نسبت لینا۔ اس جاگا کا حال پیغمبر علیہ السلام کہے سو معلوم کرنا۔ حدیث لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقربٌ ولا نبی مرسلٌ یوں خالی میں ماٹی خالی میں پانی۔ خالی میں آگ۔ خالی میں بارا۔ خالی میں خالی۔ یو پانچہ عناصراں کا واحدالوجود بوجیا تو

توحید تمام کار روح اسے کہتے ہیں۔ خدا تعالے نے حدیثِ قدسی میں فرمائے ہیں۔ التوحید حقیقت لارب ولا عبد۔ اے عزیز اسے پیر کامل ہونا ہور مرید صادق اچھنا۔ اپنے بھاتے ہیں گذر کر پیر کے بھاتے میں مرید ہونا۔ حدیثِ قدسی الغسل مطہر المیّت۔ یعنی مرید کوں پاک کرنے ہارا۔ اسے پیر کامل بولتے ہیں۔ جیوں پیغمبر کوں معراج سو سُن ترتیب سو۔ انپڑنا یوں ہوا تو اسے پانچہ محل کا جھاڑا کاڑا بولتے ہیں۔

شریعت کا محل واجب الوجود ذکر جلی اس پر حدیث ثابت ہے۔ الشریعتہٗ کالسفینہ طریقت کا محل ممکن الوجود۔ ذکر قلبی الطریقتہ کالبحر ہور حقیقت کا محل ممتنع الوجود۔ ذکر روحی والحقیقت۔ ہور معرفت کا محل ممتنع الوجود عارف الوجود ذکر سرّی۔ واحد کا محل واحد الوجود ذکر خفی وحدہٗ لاشریک لہٗ قال علیہ السلام فرماتے ہیں خیر ذکر فی الخفی پیر کامل درکار ہے کہ پانچہ محل کی خبر رکھنا۔ اگر نیں تو پیر رہزن ہوتا ہے۔ مرید اسلام تے جاتا ہے۔ یوں خدا کا قول ہے۔ واعرض عن الجاھلین یعنی اگر پیر جاہل پکڑے اچھے تو اس سوں رخصت لینا۔ یوں جان بوجھنا اے عزیز واجب کا ممکن سو نفس کا ممکن سو دل ممتنع کا ممکن سو روح۔ روح کا ممکن سو عارف۔ عارف کا ممکن سو نور۔ نور کا ممکن تو ذات کا عشق اُسے عروج بولتے ہیں۔ ابتاں نزول کیوں ہوا۔ سو سُن حدیثِ قدسی کنت کنزا مخفیا فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق۔

اس کا معنی دریائے قدیم سے برابر اٹھیا۔ اسے محمدؐ کا نور بولتے ہیں۔
اس میں آپسکوں دیکھیا سو خالق ہیں تے خلق کو اظہار کیا۔ قول
تعالیٰ اول ما خلق اللہ نوری اس کا معنی اے محمدؐ سب خلق
کوں تیرے نور سوں پیدا کیا ہوں بعد اس کے نور سے دیوے
روشن کیا ہوں۔ اس روشنائی میں اپنی تصویر دیکھا سو دونوں عالم
نورانی ہور روحانی یعنی نورانی سو ابوالارواح۔ ہور روحانی سو
ابوالاجساد۔ اجساد سو سفلی علوی کوں میثاق بولتے ہیں سفلی کوں
محشر بولتے ہیں۔ اس دونوں کی پیدائش آدم سے محمدؐ لگ ایک لک
چوبیس ہزار پیمبراں ہوئے۔ قول تعالیٰ یخرج من بین الصلب
والترائب انہ علیٰ رجعہ القادر اے پہچانت کسی پیمبر کوں
نیں ہوا یو چار چیزاں چھپا کو رکھیا تھا۔ اپنے خزانے میں محمد
رسول اللہ کوں بخشیا۔ موسیٰ پیغمبر رب ارنی بولے خدا سے آواز
لن ترانی ایسے جبرائیل ہو کر بولائے آئے محمدؐ کوں۔ تمام معراج
کیاں نشانیاں دکھلائے۔ محمدؐ ہمیں جیوں دکھلائے تیوں تمہیں
دیکھو قول تعالیٰ ولکن اللہ یہدی من یشاء اس کا معنی جسے
اپنی ہدایت کرتا ہے اسے فراق پیدا ہوتا ہے ملنے کے تئیں۔
ایک بادشاہ کی تعظیم ایک امیر کوں بڑی کرتا ہے۔ تو اول جا بجا
آرائش کرتا ہے۔ سو محمدؐ کوں پانچہ تن سنوار کر سات ایمان کے
اوپر لائے۔ آنگے ہو کے عروج تے لے کر چالے ناسوت کی
منزل سوں قلبے کے شہر کوں انپڑے سب وہاں کا جو کوچہ آرائش
بنائے سو ذرہ بذرہ دیکھیا۔ وہاں سے دُسرا ملکوت کی منزل سوں

سیر کر ممکن ممکن کے شہر میں جا کر پوچھے وہاں کا حقیقت آسمان کے
فرشتیاں کا تماشا دیکھ کر جبروت کی منزل سوں ممتنع کے شہر کو
پہونچے ۔ وہاں کا سب حقیقت اندھارا کہیں نیں سمجھتا آفتاب
ہور مہتاب کا اوجیالا نیں ۔ محمدؐ جبروت میں متفکر ہوئے ۔ جبرئیل
انگے آکر وہاں سوں عرفاں کے میدان میں لے کر آئے ۔ جبرئیل
کوں پوچھے جواب دیئے ۔ قول تعالےٰ یخرجھم من الظلمات
الی النور ۔ اے محمدؐ اس ظلمات اندھارے میں تیرا نور اجیالا ہے
چوتھی منزل لاہوت سو عارف الوجود کے شہر کوں پونچے ۔ لاہوت
کے صدر پران کا تخت لاکو رکھے ۔ حدیث نبوی قلوب المومنین
عرش اللہ تعالیٰ محمدؐ ہور اللہ کے درمیان پردا باندے ۔ اسے
نقاب کبریا بولتے ہیں ۔ عرفان کرسی پر محمدؐ کوں سلائے اللہ محمدؐ
باتاں کرنے عشق کوں بلائے ۔ عشق مشتاق ہو کر عاشقاں کی
باتاں معشوق کوں معشوق کی باتاں عاشق کو سنائے ۔ اللہ سے
یہی آواز آیا ۔ اے محمدؐ یک لک چوبیس ہزار پیغمبراں میرے
طالب نیں کیا ۔ میں ان کو طلب نیں کیا ۔ تیرا فراق مجھے بہت
ہوا ہیں سبب تجھے اس راہ ہو کر لیا ۔ ایسے معراج کیاں نشانیاں میں
تجھے دیتا ہوں ۔ ایتاں میریاں باتاں خوب سن کہ تیری امت کوں
میرے بندیاں کوں خبر دیتا ہوں ۔ قول تعالیٰ ۔ اطیعو اللہ و
اطیعو الرسول ۔ اس کا معنی اے محمدؐ جے کوئی تیری محبت
مانیاں سو میری طاعت ۔ یوں نو دہ ہزار باتاں اللہ کیاں ہور
محمدؐ کیاں ہویاں ۔ ہور تیس سپارے میں قرآن کہ جملہ کیا حدیث

قدسی انزل القرآن علی سبعتہ احرف کلھا شاف و
کاف یعنی نازل ہوئی قرآن سات حرفاں سوں بوجیا تو تحصیل تمام
ہوا تیس سپارے ہیں تین قسم کئے۔ دس سپارے تیس ہزار باتاں
روح کے تعلق کیاں۔ اے محمدؐ تینوں عالم کوں خبر دیو ہور عالم ناسوت
کوں معجزہ افضل بتائے۔ مسلماناں کوں خبر دیو ہور ملکوت کو تزکیۂ نفس
کے دل کی خبر دیو۔ ہور شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت و
وحدانیت کا خزانہ تمام اپے سینے میں رکھیا ہوں سو تمیں بات
لیوں قول تعالیٰ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو
علیٰ نور من ربھی۔ یو سب باتاں نبی علیہ السلام کوں بول کر خلاصہ
کے طبق میں چار کانسے رک کو دیئے۔ دودھ، پانی، شہد، شراب
خلاصے کا سرپوش اڑا کر محمد رسول اللہؐ کے نزدیک بھیجے اور کہے۔
اے محمدؐ تمہیں پیوے ہور تماری امت کو بھی پیلاؤ۔ حضرت دودھ
پیئے۔ عرض کئے۔ اے میرے خدا دودھ کوں قبول کیا۔ کانسے
میں کسے دیؤں۔ جبرئیل علیہ السلام خوش حالی کی خبر لیا۔ اے دودھ
محبت کا کانسا۔ شہوت کا کانسا۔ پانی قطرے کا کانسا۔ شراب
عشق کا کانسا۔ اے عزیز" شہد شریعت ہور پانی طریقت ہور
شراب حقیقت۔ دودھ معرفت۔ جبرئیل بولے۔ تم نے دودھ پیے
سو خوب کئے۔ یہ چیزاں اس سمایا کیاں قولہ تعالیٰ یحمبو
نھر یہ دکان سے پانی کے علماں کو دیو[1]" ظاہر کی پاکی تن کے

---

[1] ڈاکٹر عبدالحق کے بیان کے مطابق ان کے نسخے میں یہ عبارت زائد ہے۔ جبکہ ڈاکٹر محمد قاسم کے نسخے میں یہ عبارت نہیں ہے۔

وسواس میں اچھے گی۔ قولہ تعالےٰ الخناس اللذی یوسوس فی صدور الناس۔ اس کا معنیٰ ابلیس سوں نہیں جانتے سو لوگاں کوں وسواس دیتا ہے۔ انساں کے سینے میں جیو کوئی ابلیس سوں واقف نا ہوئے گا اسے عالم کا اثر نہ کرے گا۔ علمک یعنی بوج نا بوجے تو اے آیت سن۔ مثلہم کمثل الحمار یحمل اسفارا اس کا معنا علم پڑھ کر نیں بوجیا تو گدڑے پر عبیر لادے یا صند لکیاں لکڑیاں لادے تو اسے کیا فائدہ۔ تسرا شہد غافل کوں دیو دنیا کی لذت میں۔ خدا کو بسر کر پیٹ بھر کھا کو شہوت کی غفلت میں اچھکے قال علیہ السلام الغافل حیات موت ولیس بادمہ اس کا معنا جیکوئی خدا کوں عبادت یاد سوں غافل ہیں سو مردے ہیں۔ چوتھا کانسا شراب کا عاشقوں کوں دیوا مشغول ہو کر اچھیگا۔ خدا اُنوں کوں عبادت معاف کریا۔ قول تعالےٰ۔ ولاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ اس کا معنا خدا کہا نماز کے نزدیک ناکو ہو مستی کے حال میں۔ اے بھائی بھی سنو جیکوئی دودھ پیوے گا سو تماری پیروی کرے گا۔ شریعت پر قائم اچھیگا۔ پانی پیوے گا سو وسواس کے قطریاں میں ڈوبے گا۔ شہد پیوے گا شہوت میں خراب ہوویگا۔ شراب پیویگا سو دیدار عاشق کا ہوویگا۔ قولہ تعالےٰ وسقاھم ربھم شرابا طھورا اس کا معنا جیکوئی ساقی ہات سوں دیدار کا شراب پیوے گا یعنی پیر کے ہاتھ سوں مست ہوئے گا ۔

لباس زہد و تقوےٰ تا نہ پوشی
شراب معرفت را کہ بنوشی

اس کا معنا جیکوئی لباس تن کا پاک نہ رکھے گا او پہچانت کا شراب نہ پی سکے گا۔ اے عزیز او فرشتیاں کے معنے سُن۔ دودھ جبرائیل پانی میکائیل شہد اسرافیل شراب عزرائیل۔ دوسرے معنے جبرائیل عقل کوں بولتے۔ میکائیل دل کوں بولتے اسرافیل دم کوں عزرائیل روح کوں بولتے۔ یو تمام نصیحت حضرت نے قطرے میں لیائے۔ بعد ازاں ملنے کا شوق ہوا اللہ کوں محبت ہور محمد کوں ذوق ہوا وصل کا یو سات صفتاں کیاں کی سرپوش اوڑاکر ذاتی سات صفتاں کے طبق ہیں یعنی پانچہ پوشاک۔ جبرائیل لے کو صدق عدل حیا شجاعت عنایت یو صدق کا پے جامہ عدل کا جامہ حیا کا کمربند شجاعت کا دستار عنایت کا دوپٹہ اڑاکو میرے معشوق کوں لے آؤ۔ ہور پیغمبر علیہ السلام ہو کو پینے۔ قالی علیہ السلام الناس مع اللباس نبی کہے جو کوئی کپڑے دینے کا صاحب ہوئے گا ہور جبرائیل کوں پوچھے یو پوشاک کہاں تھا یک لک چوبیس ہزار کو نیں دیا۔ میں بندہ عاجز مجھ پر عنایت کیا۔ اس کی کیفیت بولو اپنی ذات میں کیوں رکھنا۔ جبرائیل خدا تے یو حکم لے آئے لولاک لما خلقت افلاک اے محمدؐ! اللہ نے تجھے اپنی قدرت کا پیشوا کیا بندیاں کوں خبر دینا صدق نبوت ہے، عدل ولایت ہے حیا قدرت ہے عنایت بخشش رب کی ہے اے محمدؐ! صدق شریعت کی بندگی ہے جس میں صدق ہے او مسلمان ہے قال علیہ السلام الصدق ینجی والکذب یھلک۔ اس کا معنا سچے کوں

راحت ہے جھوٹا ہلاک ہے عدل طریقت کی پیروی ہے جس میں
عدل ہے او مومن ہے حیا حقیقت کا حال ہے۔ جس میں مردم آزاری
نیں او انساں ہے۔ شجاعت معرفت کی چال ہے جس میں اپنی
ہور خدا کی پہچانت ہے او بندہ ہے عنایت ہی بوج تمام
پر ہے توحید کے رہ میں آدم و حوّا یعنی اس تن کی پہچانت
نفسانی فعلاں تے پاک ہوے تو شریعت میں سینے بولتے ہیں۔
عدل جبلی ہے یعنی ممکن کا حلاوت اس تن میں کون ہے۔ سو بوج
کر دل کے خطرے سے پاک ہوے تو طریقت میں جبلی بولتے ہیں۔
حیا شافی ہے ممتنع میں روح کوں بوج کر روح کے خطریاں
سو پاک ہوے تو حقیقت میں شافی بولتے ہیں۔ شجاعت ہیں
مالک ہے عارف الوجود ہیں کا جان پنا بوجیا تو صاحب مذہب کا
مالک بولتے ہیں یوں ایس میں سب مذہباں کی خبر رکھیا ہے
ظاہر باطن کی ترتیب بوجھ کر قائم اچھے تو اسے صوفی مذہب
بولتے ہیں۔ قولہ الفقیر ہو الصوفی مذہب اللہ۔ اس
کا معنا نبی علیہ السلام کہے فقیر یک ہی مذہب اتے یعنی مواحد
مذہب ہو ہور اللہ کا مذہب ایک ہے۔ اے سالک محمدؐ
صدق حضرت عمرؓ کو دیو عدل دنیا میں قائم رہیں گی۔ حیا
حضرت عثمانؓ کوں دیو ایمان برقرار رہے گا۔ شجاعت حضرت علیؓ
کوں دیو ولایت کی پیروی ولیاں تے جاری ہوے کے قیامت
تلک عنایت اسے جاری ہونے کا بخشش ہے۔ اللہ تعالیٰ
یوں پوچھیا تو چہار یاری مسلمان محمدی بولتے ہیں اگر نیں تو

بندہ کہاں اللہ خدا کون کافر بولتے ہیں۔ قولہٗ تعالےٰ
لعنۃ اللہ علی القوم الکافرین۔ اللہ کیاں محمدؐ کیاں ذرا
ذرا رمزیاں کیاں باتاں پردے کے باہر ہوتیوں۔ بعد از
حضرت جبریئل پیغمبر علیہ السلام کوں اللہ سوں ملنے کو چلو کر کو عرض
کئے حضرت نے بولے اے اخی جبرائیل اللہ کے میرے درمیاں
ہستی پردا ہے۔ قال علیہ السلام ان اللہ سبعین الف
حجاب من نور و ظلمتی وکشفھا لاحرقت سبحات وجہ
نبیؐ کہے تحقیق خدا کے میاں تے ستر ہزار پردے اوجیالے کے
ہور اندھارے کے۔ اگر اس میں تے یک پردا اُٹھ جاوے تو اس
کی آنچہ تے میں جلوں۔ ہور یک وقت ایسا ہوتا ہے سمجھو اور
دیکھو یے پردا اندھارے کے اجیالے کے عارفاں پر ہے وے
واصلاں پر پردے نورانی وے واصلاں کا صفا پردا ہوتا ہے
سو محمدؐ کا نور اے عزیز۔ اول ربوبیت کا پردا سوائے تن
جمالی جسم کے پردے کوں انپڑے باج اس جمال الوہیت کے
پردے ممکن الوجود کوں انپڑ سکے۔ الوہیت کے پردے کوں
انپڑے عارف الوجود کو انپڑ سکے۔ اس روح القدس کے پردے
کوں انپڑے باج اس کبریائی کے پردے کوں بہتر جاگا دونوں
عالم اسے دیکھنے کے معنی یوں محمدؐ دیکے جو آفتاب کے اجیالے
میں تارے اچکر نہیں دستے۔ یوں[۵] ہی دونوں عالم کوں۔ یوں
آفتاب ہوئے کر اسے معلوم ہوسے گا۔ قولہ تعالیٰ کل من علیھا فان

---

[۵] یہاں یوں تکرار کے ساتھ آیا ہے ڈاکٹر عبدالحق کے نسخہ میں۔

خدا دونوں عالم اپکمر دستے ہیں سو معلوم ہوئے گا۔ فنا اس معنی کوں بولتیں
اے بھائی من النظر الی اللہ تعالیٰ اس کا معنی دائم خدائے تعالیٰ کو
ویبقی وجہ ربک اس کا معنی دائم خدائے تعالیٰ کا دیدار بقا کر ہے۔
قَالَ علیہ السلام لایدخل احد فی عبادۃ حتی لایدخل نفسہ
فی عبادۃ حتی عبادۃ نفسک ہے حضرت جبرائیل خداتے یو حکم ایک لائے
دع نفسک وتعالیٰ اس کا معنی استر ہزار پردے سیر کروائے۔ آ۔ اے میرے نزدیک
میرے تمائے درمیانی ایک آئینہ رکھا ایک دسے آپیں کوں ہور دیٹ دکھیناد ستا
دور ہے۔ اسے جان نبی کے سب کے جان نبی کے آرسی دور
کو بوج لے واحد کا رنگ جبرئیل عرض کیا میر احد شجرۃ المنتہی
کے جھاڑ تلک۔ ہور نبی علیہ السلام جبرئیل کوں پوچھے۔
اے اخی یو تینو جھاڑاں نا مغرب میں نا مشرق میں یو کہاں
ہے سو خبر دیو۔ جبرائیل حضرت کوں بولے۔ اے محمدؐ درست۔
طوبیٰ تمارے نور کو بولتے۔ ہور شجرۃ المنتہی تمائے عارف لوجود
کوں بولتے ہور قولہ تعالیٰ والتین والزیتون والاغبریۃ
والاشرکیت ہور زیتون تمہاری روح کو بولتیں۔ یو تینو جھاڑ
ہر ایک مومن کے تن میں ہے۔ یوں عالم نا بوج کو ایاں ہور
امیاں میں ڈھونڈتے ہیں۔ وہاں تے جبرئیل عرض کئے تمارا
اللہ کا ملنا ہوئے۔ یہ یک سجدہ کرو میری طرف سوں حضرت
قبول کئے۔ نقاب کبریا کے پاس کھڑے ایک آواز آیا۔ قف
یا حبیب ان اللہ یصلی تحقیق خدا نماز کرتا ہے نبی علیہ السلام
خدا کس کی نماز کرتا ہے۔ نبی علیہ السلام پوچھے۔ ہمارا اللہ تعالیٰ

تماری پروارش کی نماز کرتا ہے۔ یوں آواز آیا یصلی صلاتہٗ
خداتعالیٰ اپنی نماز اپے کرتا ہے ہور جیکوئی پہنک روح ہیں،
انو بھی نماز کرتے اپنے اپے۔ ہور خدا کے فرشتے بھی نماز
کرتے ہیں۔ سو یو معنیٰ۔۔ بندے کو ایسے اپے میں انپڑے باج
اس کے کنج اے بات پھر سمجھاوے بغیر معلوم نا ہووے گا۔
بزاں عشق میانی بولانے کوں آیا۔ معشوق کوں ملانے پردا اُٹھا
کر اپے وکیل ہو کر مشاط ملائے نقاب کبریا دور ہوئے ہیں
اللہ بندے کا وصل ہوا۔ نقاب کبریا شرک خفی کوں بولتے ہیں
پیغمبر علیہ السلام بینا ظاہر کے کفر سوں ہور باطن کے شرک سوں۔
قولہٗ تعالیٰ وما لنا من المشرکین۔ یگانگی میں مشاطہ بیگانگی
یوں ہوا۔ اقرار باللسان وتصدیق بالقلب۔ اقرار نے
تصدیق انپڑیا بولتے ہیں۔ بعد زاں معشوق کا ہات عاشق پکڑ کر
تخت پر خلوت کے گوشہ میں لے کر یوں بولے۔ قولہٗ تعالیٰ۔
وجوہ یومئذٍ ناضرہ الی ربہا ناظرۃ۔ اس کا معنی
خدا کہا اے محمدؐ اس روز دیدار دیکھتا ہے کہ روشن ہور
تازہ خدا کا جس روز اے پہچانت کرے گا۔ اس روز یعنی
پیر کے نور میں خدا پاویں گے۔ اس روز یہاں توں بھی دیک
ہور عالم کو بھی دیکھلا۔ ہور میرا رسول ہی توں امتاں کوں اسی
موافق منے کرد۔ فوق ایدیھم قولہٗ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ
اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَکَثَ
فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہِ اللّٰہَ

فسیوتیہ اجراً عظیما۔ اے محمدؐ جیکوئی تمارے سوں بیت کرے گا سو او میرے سوں بیت کرے گا۔ قولہ تعالیٰ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اس کا معنا اے او میرا ہاتھ ہیں یوں فرمائے حضرت حدیث نبوی من لم یبایع علی الاسلام فھو مشرک۔ اس کا معنی جیکوئی محمدؐ کی امت بیعت نہ ہوئے گا سو مشرک ہے۔ قولہ تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اے محمدؐ جیکوئی طاعت مانیا قولہ تعالیٰ سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم اس کا معنی خدا کہا اے محمدؐ جوں ہیں دیکھلاؤ او توں دیکھیا سو۔ توں دیکھیا میں سنایا۔ سو توں سنیا میں بولیا سو تو بولیا۔ اب توں دیکھیا سوں میں دیکھوں گا توں سنیا۔ سوں میں سنوں گا توں بولیا سو میں بولوں گا یوں یگانگی ہیں اے بندہ آزاد ہونا یوں ہوا تو میں امت کی روتے ہے چھوٹتا ہوں۔ جیوں کہ حدیث قدسی میں فرمایا ہے وبیا اللہ ویاکل اللہ ویشرب اللہ اس کا معنی بندہ بپاہ پنے کی بولنے گذریا خدا کے عشق میں ہوا اس کا معنا اس کا اطاعت اس کی خوشی اس کا کھانا اس کا پینا کل اللہ کوں ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اس کا معنا توں میرا ہوا تو جیوں ہوا میں تن ہوا۔ تا کوئی بول سکیوں تو جدا ہوا ہیں جدا۔ قولہ تعالیٰ وما ینطق عن الھوی فان

الجنت ھی الماوٰی اس کا معنا اے محمد نیں بولتے
اپنے ہتے سوں بغیر از خدا کی رضا قال علیہ السلام ذکر الخفی
طریق اس کا معنا عروج تے و نزول کوں اپس تے نا خفی سے

مردان خدا خدا نہ باشند
لیکن ز خدا جدا نہ باشند

اے عزیز وا صلاں خدا سوں ملنا جدا ہونا یو دونوں بھی نیں
یو بات پیر سوں معلوم ہوئے گی۔ یو پیغمبر علیہ السلام کوں اس
ترتیب سوں معراج کی خبر دے کو بندے کوں سرفراز کر کوں بھیجیا
یوں حضرت وصل کا خوش حالی کا دو رکعت نماز ایک رکعت جبرائیل
کی طرف سوں ایک اپنے طرف سوں نیت بند کر نماز پڑھے
کیے۔ سلام پھیرا تے وقت اللہ طرف سوں یو حکم آیا محمدؐ میری
طرف سوں یوں یک رکعت کرنہ اسی حال سوں اللہ اکبر
بولے تن سوں دل سوں قرات پڑھے روح سوں سجدہ کیے
اس نماز میں دعائے قنوت الحمد پڑھے سلام پھیر کر بعد دعا
منگے۔ حدیث نبوی اللھم انی اسئالک مغفرۃ والعافیہ
اس کا معنی نبی کہے تحقیق منگتا ہوں خدا تیرے پاس بخش بجے
تیرا دیدار ہو رقرب یوں میری امت کوں بھی دیدار دے یو
نماز مومناں پو واجب ہے۔ جبرائیل کا بولنا تن سوں سنت
ہے نبی کا بولنا قولہ تعالیٰ دل سوں کرنا قال علیہ السلام لا صلاۃ
الا بحضور القلب فرض ہے خدا کا بولنا قولہ تعالیٰ فی کلام
المقدس للانبیاء والاولیاء یصلّون فی قلوبھم

دائمون نماز ختم ہے سب نمازاں قال علیہ السلام من اراد العبادۃ
بارادۃ الوصل فقد اشرک۔ یو ہے اس کا معنا جیکوئی
نماز کئے پر نماز کرنا شرک ہے یو بات یو نماز کئے سو لوگاں کو معلوم
ہے نبی علیہ السلام فرمائے ہیں شرع میں اللہ کوں دیکھنا
خوب ہے درست ہے حضرت علیہ السلام کوں معراج ہوا
سو کل عالم کوں ظاہر ہے ولے کاں ہوا سو معلوم نیں پیغمبر علیہ السلام
کوں دیکھا کہے تو عالماں کوں گمان پڑا ہے۔ قال علیہ السلام
لا راحۃ المومنین الا بلقاء اللہ دیکھے بغیر یوں حضرت
کے بولنے پر ایمان نالا تو اسلام تے دور پڑتا ہے۔ قال
علیہ السلام کوئی دونوں جہاں ہیں مگر اللہ کی ذات اپنے ہیں ہیوائے یوں
دیکھیا ہے چپ رہے۔ اگر دیکھیا ہوں کہے مشرک ہوتا ہے
ہور نیں دیکھیا کہیا تو کافر ہوتا ہے۔ یوں پیغمبر علیہ السلام حدیث
فرمائے ہیں۔ من عرف اللہ لا یقول اللہ ومن قال
اللہ لا عرف اللہ اس کا معنی انی کہے جیکوئی پہچانیا خدا کوں
عزیز نیں بولتا زباں سوں ہور جو خدا کا ناؤں لیتا زبان سوں۔
نیں پہچھا خدا کوں عزیز۔ پیغمبر علیہ السلام کو دنیاں میں اپنا کچھ کام
نہ تھا یو خدائے تعالے اپنا نائب کر کو عالم کے لقا نیڑا نے
کوں پیجیاں قولہ تعالیٰ لا نفرق بین احد من رسلہ اس
کا معنا خدا کہا میرے بولنے میں ہور محمدؐ کے بولنے میں فرق
نکو دیکھو پھر حضرت معراج سوں رخصت لیکر اپنے گھر پہچان
پھر آئے تے اور پہچانتا اسے نشکوں بولتے میں گرم نشانی نو شوقتی

کوں بولتے ہیں یوں حضرت اپنی مبارک زبان سوں حضرت بی بی عائشہ کے کہے ہیں کل اصحاباں ہور خاص اصحاب مجلس میں حاضر تھے۔ ہور حضرت نے تمام آج کی خبر بولے۔ قال علیہ السلام رایت ربی لیلۃ المعراج فی احسن صورۃ امرد لانبات انا فی الوحدۃ واحد اس کا معنی اپنے رب کوں وہاں میں دیکھیا۔ کوئی شے خدا میں اپنے میں آپ دیکھیا۔ اللہ سوں یہے رب کوں رات معراج کے ہور میرے جیکوئی صورت میں۔ ہور جوان تھا۔ ہور خوب حسن تھا۔ تھا نہاں اپے اکیلا۔ جہاں پیغمبر علیہ السلام دیکھیا کہے سو اپنے نور کے آئینہ میں دیکھیا کہے سو وصل۔ یو بات سنکر تمام یاراں آمنا وصدقنا کہے۔ جو کوئی ایمان لیائے سو مسلمان ہووے ہور نیں لیائے سو کافر ہوئے۔ قال علیہ السلام طوبیٰ لمن رانی ولمن رای من رانی اس کا معنی بھی کہے۔ جو کوئی میرے پر ایمان لیا یا اگر نیں تو مشرک ہور کافر قولہ تعالیٰ وما وسعنی الارض ولا السماء العبد لا قلب المومن اس کا معنی نیں سمایا زمین میں نیں سمایا آسمان میں مگر سمایا ہوں مومناں کے دلمیں۔ قال علیہ السلام ذات اللہ اقرب الیہ من جسد انسان اس کا معنا خدا کی ذات آدمی کے تن سے نزدیک ہے۔ یوں بوجے تو بندہ خدا ہے یہی سن! پیغمبر علیہ السلام منزل سے اتر کر اس تن کی صفات میں آئے بعد از شرع ظاہر ہوا۔ بندے کے اللہ کے میانے ستر ہزار پردے باطن کے پردے تھے میانے جبرائیل اللہ

بندے کی کارسازی میں تھے بعد از خدا کوں محبت پیدا ہوا۔ محمدؐ کوں طلب پیدا ہوا وصل کا۔ قال علیہ السلام طلب اللہ تعالیٰ فرض کل فرد قبل کل فریضۃ اس کا معنا طلب کرنا اللہ کا فرض ہے۔ سب فرضاں ستی اول ہے ؎

امروز ایں جمال تو بے پردہ ظاہر ایست
درحیرتم کہ احدی فردا برائے چیست

اس کا معنا عیادان اللہ حاضر و ناظر ہے، صیاد ہنا کہے تو شرع جاتا ہے۔ کیا واسطے بندیاں اپنے اندھاکے لئے پچھانت نا کرسک کو عالم کوں اندھے کہتے۔ خدا یوں کہیا قولہ تعالیٰ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ اس کا معنا نادیک سکے کے اپنے انکھیاں سوں مگر دیکھیں گے میرے انکھیاں سوں اد پاک صورت صاحب کی۔ اے عزیز! اللہ بندہ بنا یہاں پچھان کو جانا نہیں تو شرع جاتا ہے۔ اول اپنی پچھانت بعد از خدا کے پچھانت کرنا۔ بیجہ کنڈری میں بند کر بچتا میوا منگے تو کیوں کھانے گا۔ قولہ تعالیٰ واللہ انبتکم من الارض نباتا اس کا معنا خدا کہیا تمہارے تن کی زمین میں جیو کا بیج پڑا یا ہوں۔ جیکوئی تن کی زمین پاک کرسے گا خدا منع کیا سو فعلاں تے او جھاڑ بار آوے گا۔ نیز اتے درخت طوبیٰ کا میوہ بھی کھاویگا۔ قال علیہ السلام الصلوٰۃ معراج المومنین بعد از صلوٰۃ تلاوت القرآن الصوم جنہ من النار وحسن الایمان اس کا معنا اللہ کا دیدار سو مومناں کا نماز

اللہ سوں باتاں کرے سو قرآن کا تلاوت اللہ سوں وجود میں
خدا کا دیدار پنا اللہ کوں نہیں دیکھے سو۔ دوزخ اللہ کوں
دیکھتے رہنا سو روزہ اس کے دیک میں آپسکوں بسرنا سو۔
ایمان اے عزیز ایتاں بنا مسلمانی تے کوں سنو۔ جیکوئی
کفر چھوڑ کو محمدؐ کے دین آئے تو حضرت جمال تو بے پردہ
ظاہر است یو ترتیب سکلا تے تھے۔ الشریعۃ اقوالی
والطریقۃ افعالی والحقیقۃ احوالی والمعرفۃ
راس مالی۔ اس کا معنا کلمہ پڑنا۔ میرا شریعت نماز کرنا۔
میرا طریقت روزہ رکھنا میرا حقیقت مال زکوٰۃ دینا۔ معرفت
کعبے کوں نیت بندنا میرا حج یو فعل کرے تو مسلمان ہوتا ہے
اول کلمہ پڑیں ہور تسبیح سوں مشغول ہوئے۔ اس کا تقصیر نا کرنے
پاکی تن تو حاصل ہووے اے عزیز قال علیہ السلام یوں فرماتے
ہیں۔ الایمان اوّل الطریقۃ اوّلہا شہادۃ ان
لا الٰہ الا اللہ اس کا معنی نبیؐ کہے خدا کوں تحقیق کرنے ہاریاں
کوں نزدیک دنیاں کو چھوڑنا سو تھوڑا مرتبہ ہور
لا الٰہ الا اللہ اول کے پیغمبراں ہور ولیاں دل کی زبان
سوں بولے ہیں ہور دل کی انکھیاں سوں دیکھے اللہ کوں
روح سوں نماز کرنا سر سوں روزہ رکھنا نوڈ سوں زکوٰۃ
دینا ذات سوں حج کرنا یو بات سننے میں نیں معلوم ہوتا پیغمبر
دیکھے محمدؐ کے نور کیں دیکھنا سو کلمہ و اقیموا الصلوٰۃ تو اس
پر ثابت رہنا سو نماز الصوم و اٰتوا الزکوٰۃ اپنی ہستی سب کے

لوٹانا سو زکوٰۃ برتنا سو حج قولہ تعالیٰ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج حقیقی ۔ قال علیہ السلام فرماتے ہیں موتو قبل ان تموتوا ۔ اس کا معنا موت کی نشانی بتاتے گندیا سو موت خدا کے بتاتے ہیں رہنا سو حیات قال علیہ السلام الانبیاء یصلون فی قبورھم اس کا معنا پیغمبراں نماز کئے ہیں اپنی گور میں یعنی تن سوں گور تلے معلوم ہوئیگا پھرتے توں جانیگا نمازیوں مو سو لوگاں سوں گور کا پرسش دوزخ کا عذاب اچھیگا ۔ اے عزیز ایسا کون مرد ہے خدا کی رہ میں جیو دے کر لیوے گا ۔

باد از شانہ چوں دوا ے تو منم
در کسے منگر چوں نشا ے تو منم
گر بر سر کوئے من کشتہ شوی
شکرانہ بدہ کہ خوں بہا ے تو منم

اس کا معنی خدا کہا جیکوئی دردمندی ہوکر آئے تو دوائی میں کروں توں کہ منکر ہوا جوں آشنا توں میرا اگر میری رہ میں مارے جائیگا ۔ اے عزیز ۔ اس بوج کوں پیر کامل ہونا مرید طالب دیدار ہونا خدا فرمایا ہے ۔ حدیث قدسی میں فرمایا ۔ جعل الشیخ الکامل نافعا الانسان کما جعل النبی اس کا معنی یک روز میں کامل مرشد نفع بخشتے ہارا جیوں نبی بخشتے تھے سب عالم شفا پائے توں ۔ پیر ہمیشہ محمد پر کامل مرید سچا ۔ قال علیہ السلام علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ادمعنا

میری امت کے بوجنے سو لوگاں ان کے پیغمبراں اسے اچھےگے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

اس کا معنی نبی جیوں۔ بوجے بغیر نا انپڑے وطن کوں۔ اے عزیز مرید صادق اچھے پیر کے ہوا کوں امر خدا ہور۔ رسول پیدا کیا ہے۔ اپنے بوج کوں محمدؐ کوں یہی ہے نصیحت کرنے کوں۔ اسبات میں امام جعفر الصادقؑ خوب فرمائے ہیں۔ پیر کوں درکار ہے۔ دس چیز سمجھنا۔ سو اس پر فرض ہوتا ہے۔ اول علم اچھے دانائی کا بوج کا۔ دوئم سخاوت اچھے دل کا۔ سوئم عمل اچھے دانائی کا چہارم مرید کے مال سوں طمع نا کرنا حرص کا۔ پنجم نادانی کی بات نا کرے مریداں میں ششم عقل اچھے۔ ہفتم شجاعت اچھے۔ ہشتم یاد میں رہنا، نہم حال پر حال ہوئے دہم سو بوجہ کا مالک ہووے ؛

تمام شد

دعا الٰہی ...

دکنی کلام

حضرت بندہ نوازؒ فارسی کے بڑے اچھے شاعر تھے۔ ان کا فارسی دیوان گلبرگہ سے شائع ہوچکا ہے ۔ دکنی میں بھی شعر کہا کرتے تھے۔ ان کی ایک نظم "چکی نامہ" ادارہ ادبیاتِ اردو میں موجود ہے جس کی نقل میرے کرم فرما جناب محی الدین صاحب قادری زورؔ نے میری درخواست پر ارسال فرمائی ہے جس کے لئے میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اس نظم کے علاوہ بھی کچھ کلام ملتا ہے۔ میں نے تمام دکنی کلام کو یکجا کر دیا ہے حضرت کا فارسی میں کوئی خاص تخلص نہیں تھا حالانکہ یہ شعرا کے عام طریقے کے خلاف ہے۔ القاب اور کنیت کے ساتھ ان کا پورا نام صدر الدین ابو الفتح محمد حسینی گیسو درازؒ تھا۔ ان میں جو بھی مناسب سمجھا مقطع میں استعمال کر لیا اور ایک غزل کے مقطع میں یہ سب الفاظ جمع کر دئے ہیں فرماتے ہیں ؎

اے ابو الفتح محمد صدر دین گیسو دراز
مختصر کن چند نامی قصۂ خود گر دراز

لیکن اس کے برعکس دکنی میں ان کا تخلص شہبازؔ تھا۔ دکنی کلام یا تو بیماریوں کے علاج کے مختلف طریقوں پر مشتمل ہے یا پھر صوفیانہ ہے حضرت بندہ نواز کو اردو کا پہلا نثر نگار ہونے کا شرف حاصل

ہے۔ نظم کی ابتدا ان سے پہلے ہی شمالی ہند میں ہو چکی تھی۔ لیکن دکن میں وہی اولین نظم نگار تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اب تک جو قدیم ترین دکنی کلام دستیاب ہوا ہے وہ حضرت بندہ نوازؒ اور پھر ان کے بڑے صاحبزادے محمد اکبر حسینی کا ہے۔ نصیرالدین ہاشمی صاحب نے "دکن میں اردو" میں حضرت بندہ نواز کو دکن کا پہلا شاعر تسلیم کیا ہے فرماتے ہیں:۔

"موجودہ تحقیقات کے لحاظ سے خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو درازؒ متوفی ۸۲۵ھ دکن کے پہلے شاعر قرار پاتے ہیں[1]"

میں نے حضرت بندہ نوازؒ کا جتنا کلام بھی پیش کیا ہے اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کلام سو فیصدی ان ہی کا ہے چونکہ فارسی کلام میں انھوں نے کبھی شہباز تخلص استعمال نہیں کیا اس لئے شبہ کی گنجائش رہتی ہے۔ پھر بھی اس کلام کی اہمیت اتنی ضرور ہے کہ دکن کا قدیم ترین کلام ہے۔ خواجہ حضرت بندہ نوازؒ کا ہو یا نہ ہو ادبی حیثیت سے ہمارے لئے بس یہی کافی ہے۔

---

[1] دکن میں اردو ص ۲۱

چکی نامہ[1]

دیکھو واجب تن کی چکی   پیو چاتر ہو کے سکی
سو کن ابلیس کھینچ تھکی   کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

الف اللہ اس کا دستا   میاں نے محمد ہو کو بستا
پہنچی طلب یوں کو دستا   کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

---

[1] زورؔ صاحب کا ارشاد ہے کہ یہ قدیم زبان اور قدیم کتابت اور کرم خوردہ و آب زدہ ہونے کی وجہ سے صاف نہیں پڑھی جاتی۔ نصیر الدین صاحب ہاشمی نے "دکن میں اردو" میں اس نظم کے پانچ بند دئے ہیں۔ مگر اس کے بعض الفاظ زورؔ صاحب کی ارسال کردہ نظم سے مختلف ہیں۔ شاید اس کی وجہ وہی ہو جو زورؔ صاحب نے بیان فرمائی ہے۔

دانے ہی سو چن چن لاؤ　　شاید ہاتھوں سے لے کو بھاؤ
شریعت سے چکی بھی آؤ　　کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

الف اللہ اس کا نانو　　پیر مرشد تلک جانو
پیسو آٹا اس سے چھانو　　کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

لازم وجود باسن ہونا　　اسے توبہ سیتی دھونا
ذات کے پانی سو آلی ہنا　　کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

آٹا پیسو پورنیا بھرو   بہشتی میوے شکو دھرو

ساتوں صفتوں کا پورن بھرو   کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

اول عزرائیل کی کاڑا ہی چڑھاؤ   مکٹھ کہے اسے بہو دینا

لکڑیاں چن چن لاؤ   کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

ڈالے سو کہیو صل صل ناکی   پورن مارگ اس نے ٹلنا

ایک روپے کے اس میں دھیکا   کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

نفس امارہ تے پادے ان نے لے دے کی پنچوناڑے
دیکھو زر کتا چپانا کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

دیکھو چاتر پیو کے سکنا پورن ٹلنے کو نور سو اتر پنیا
کے کاج رب سارا اسادے کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

بندہ نواز بندہ حسینی سدا بندگی میں رہتے
بھر کا رینا ٹھار سو دینا کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

حقیقت رام کلی

میں عاشق اس پیو کا جنے مجھے جیو دیا ہے
او پیو میرے جیو کا برقا لیا ہے
او معشوق بے مثال نور نبیؐ نہ پایا
اور نور نبی رسولؐ کا میرے جیو میں بھایا
اپسیں اپیں دیکھا دنے کیسی آرسی لایا
کھڑے کھڑے پیو جیو میں اپس آپ دکھاوے
ایسی بیٹھی معشوق کوں کوئی کیوں دیکھے پاوے
جنہہ دیکھے اوسی کوں اسے اور نہ بھاوے
کل شے محیط ہے اسی کوں پہچانے
جو کوئی عاشق اس پیو کے اسی جیو میں جانے
اسی دیکھت کم ہور ہے جیسی میں دیوانے
خواجہ نصیر الدین جنے سائیاں پیو بنائی
جیو کا کیوں کٹھ کھول کر پیا مکہ آپ دکھائی
رکھے سید محمد حسینی پیو سنکہ کہیا نہ جائی[1]

---

[1] نصیر الدین ہاشمی نے یہ نظم ایک قدیم بیاض مملوکہ جناب آغا حیدر سے نقل کی ہے۔

آنتوں بلیلہ آنتوں لول
پیتیں کے گھر جائے کول
آنکھ کو ہلیلہ دانت کوں لول
حکیم کے گھر جاوے کول

جتنا کاجل اتنا بول
اوس سے دونا گوند گھول
ذراسی پھٹکری نمک لا تھوڑا
قلم جیسے جون ترکی گھورا

سن تو سیانے میری بات[1]
بولوں دارو میں کس دھات
جس کے منھ میں آوے باس
اس کی دارو سن مجھ پاس
جس کے منھ میں دُکھتے دانت
ہلتے جلتے کئے کے پات
وزن برابر سب کو تول
دارو ہووے یوں انمول

---

[1] یہ نظم نصیر الدین صاحب ہاشمی نے بیاض مملوکہ سید علی اکبر سے "دکن میں اردو" نقل کی ہے۔

داتوں کارن مسی کر
خوبی کن تو دل میں دھر
زیرہ مرچیاں سنوا سنوٹ
کہتا اجلا لے کر گھونٹ
نیلا طوطہ دھنیا بھون
اس میں ملا تو سیندا لون
پان پلاس کے کانٹھیاں آن
ماپھل لوجن اور لوبان
جوں جوں لگاوے پاوے سُکھ
تجھ دانتوں کا جاوے دُکھ

اے محمد ہجلو جم جم جلوہ تیرا
ذات تجلی ہوئیگی سیس سپورنہ سیہرا

واحد اپنی آپ تھا اپیں آپ نبھایا
پرکٹہ جلوے کارنے الف میم ہو آیا
عشقوں جلوہ دینے کر کاف نون بسایا

لولاک لما خلقت الافلاک خالق پالائے
فاضل افضل جیتی مرسل ساجد سجود ہوآئے
امت رحمت بخشش ہدایت تشریف پائے

مخفی نانوں معشوق رکہ ظاہر شہباز کلائے
عشق کے جینی چند بند اپنی آپ دکھائے
الان کما کان پھر آپسیں آپ سمائے[1]

---

[1] دکن میں اردو، ص ۲۹

مشکل بازی عشق کی چھوٹے جیو کو انا
مو تو قبل ان تمو تو شاہد ہے معنا

اونچا مندر ہر عشق کا کوئی کیونکر پاوے
چاروں سیریاں چڑھ کر تو پے ہارتا اوے
جی سیس دیوے پانوں تل تو بھی ناپاوے

دوئی دوئی تائی دور کر یکیٹ واحد ہونا
چاروں کپڑے جال کر مجنوں ہو رہنا
پورا مفلس ہوئے تو اسے کھیل چیت لانا

سو ہے عاشق شہباز سہے وہ ہوں جگ کہلارا
خواجہ نصیر الدین سائیاں پنت راکھے ہمارا
نسنکہ کھیل توں پند و عشق کے ٹہارا[1]

---

[1] "دکن میں اردو" صفحہ ۳۰

توں تو صحی ہے لشکری کر نفس گھوڑا اسوار توں [1]

ہوے نرم نہ تجھ او پڑے پس کہائیگا آزار توں

سنجیتیج گھوڑا نہ وہی خود خیال اس کا ہو رہی

تن لوٹنے کا چور ہی نہ چھوڑ اس بد ٹھار توں

گھوڑے کوں بھیتر گھوڑ ہی اسکوں نہ حکمت ہو رہی

ہر دم ذکر سوں توڑ ہی غافل نہ ہو ہشیار توں

کر دسکلا دل گیان کا انعام دے خوش دھیان کا

چارہ اکھلا ایمان کا رکھ باند اپنے دار توں

---

[1] بیاض مکتوبہ ۱۰۶۸ھ کے علاوہ دو اور بیاضوں میں ان کی یہ غزل قدیم طرز ریختہ میں ملی ہے جس کی نسبت یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انھیں کی ہے البتہ مقطع میں تخلص انھیں کا ہے۔ اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام ص ۱۲-۱۴۱

خو گیر شریعت نعل بند زین ہی طریقت زیر بند

حق ہے حقیقت پیش بند تنگ معرفت اختیار تو ں

دو ہی رکا باں نیک بد رکھنا قدم توں دیکھ حد

کچھ ہو پڑے گا دیکھ تب توبہ کی چابک مار توں

تب فید گھوڑا آئے گا تجھ لامکاں لے جائے گا

تب عشق جھگڑا پائے گا خود مارے تروار توں

شہباز حسینی کھوئے کر ہر دو جہاں دل دھوئے کر

اللہ آپے یک ہوئے کر تب پاوے گا دیدار توں

مخمس

کہاں لگ کھینچیا رے ہے گا تو ں دنیا کی پریشانی

بجے لگ فکر ہی دینے کی دنیا دیکھے تو ہے فانی

دنیا میں یوں ہمیں آئے کہ جوں آئے ہیں مہمانی

تو سٹ غفلت آپس تن کی کہ ہو شیار اے گیانی

سمجھ کر دیکھ ہے تجہ میں نبیؐ کا نور نورانی

عدو ہے پے منی تیری بسر توں اس نے ہے ناکی

یہاں کی فکر دے ست کر توں کرنا فکر اوس جا کی

خدا سو پاک ہے آپی لگے خوش اس کیتی پا کی

بہتر تن ہے تیرا نوری اوپر کا تن تیرا خاکی

ملا حکمت سوں کیتا خاک آتش باد ہور پانی

شریعت بات واجب کا چلی اوس ذکر سوں بل ہے

کیتے اوس روح نامیہ سو مضغہ اوس کا دل ہے

قیاس عقل اوس کا ہور میکائیل سو گل ہے

سو میدا اوس شہادت جان ناسوت اس کا منزل ہے

دھری او نفس امارہ مقام ہے اس کا شیطانی

جو کوئی حق سوں ملے ہیں چلے نا ان سوں عیاری

کیتے باتاں کوں سب ظاہر کریں ہر کس سوں مکاری

کیتے واصل ہوئے حق سوں کتے سوسی ہیں بھی خواری

ملے تو کیا ہوا حق سوں نہ سٹنا فعل مختاری

کیتے عاجز کوں اون میں کئے ہیں آپ کو قربانی

بندہ دو جگ میں اودل سون شہنشا ہبلی کا ہر

نہیں کل آج سرن یاراں صحیح ادا ول ہر کا ہے

غزل کیوں نا کہی نادر کرم ایسے ولی کا ہے

ثنا یو سب کیا سو میں دیکھو حضرت علیؑ کا ہے

ذکر کرنے میں دیکھوں تو نہیں کوئی اس کا ہے

میں نے جناب خواجہ معین الدین صاحب بی اے ایل ایل بی سے درخواست کی تھی کہ وہ مجھے حضرت بندہ نواز رح کا وہ کلام ارسال کردیں جو محفل سماع میں گایا جاتا ہے انھوں نے مجھ پر عنایت فرماکر یہ کلام بھیجا ہے اس کلام کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ہے صرف قوالوں کو سینہ بہ سینہ ملتا آرہا ہے ؎[1]

سہیلیاں

سمجھ کر بھی میں دیکھی ہوں صرف دستا ہے ظہارا
ہاں لگ دسنے میں آیا شئے... خالی تہارا وہ سب خالی تہارا
دستے پر بھی دیکھتائے سو میرے اللہ دستے پر بھی دستے سو میرے اللہ
جانو وہ ہے ایارا جانو وہ ہے ایارا جانو وہ ہے ایارا
سمجھ کر بھی میں دیکھی ہوں صرف دستا ہے ظہارا

---

[1] ہندی کلام جس کی نسبت میں نے عرض کیا تھا کہ یہاں بند سماع (یہ ایک خاص سماع ہوتا ہے جس میں عوام کو اجازت نہیں ہوتی اور خاص مواقع پر ہی ہوتا ہے) کے موقع پر یہ کلام خاص خاندانی قوال صرف دف پر گاتے ہیں میں نے ان قوالوں سے کلام کا نام دریافت کیا تو کہا گیا کہ اس کو سہلیاں کہا جاتا ہے میرا اپنا خیال ہے کہ پہلیاں کو یہ لوگ سہلیاں کہتے ہیں در اصل اس کلام کو پہیلیاں کہا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

خواجہ معین الدین صاحب بی اے، ایل، ایل بی معتمد روضہ منورہ بزرگ گلبرگہ کا ایک خط بنام مرتب۔

دستا ہر دیکھا تھا باہر۔ تو یوں مانڈی پسارہ تو یوں مانڈی پسار
کہتے آپس میں بتا ہر لیاں دور سے کرنا بچار دور کرنا بچار دور سے کرنا بچار!
نقشہ دل نور نور ایک ٹھہرا کر رستہ لینا پیا رستہ لینا پیا رستا لینا پیارا!
سمجھ کر بھی میں دیکھی ہوں صرف دستا ہے ظہارا!

آج برہے کی آگ مجھ تنے لاگے رے آج براہے کی آگ مجھ تنے لاگے رے
منہ کا دکھلائے کار رادی کرسی لگائے رادی کرسی لگائے آج براہے کی آگ
عود بتی کا شور ہور اجالا رے نس دن جلتی مو معشوق ہور سالا رے ایسی سدا سوجا لیتی مرچ کی خالہ رے
حال حوالہ رے آج برہے کی آگ مجھ تنے لاگے رے
ہاں محمد حسینی تو میرا لالہ رے نس دن جلتی معشوق مور سالا رے ایسی سدا سوجا لیتی مرچ کی خالہ رے
حال حوالہ رے حال حوالہ رے آج براہے کی آگ مجھ تنے لاگے رے

رباعی

پانی میں نمک ڈال پیاساں دیکھنا اسے
جب گھل گیا نمک تو نمک بولنا کسے
یوں گھو لے خودی اپنی خدا ساتھ مصطفیٰ
جب گھل گئی خودی تو خدا بولنا کسے[1]

---

[1] خواجہ معین الدین صاحب نے مجھے حضرت بندہ نواز رح کا کافی کلام بھیجا ہے، مگر جو کلام میری بالکل سمجھ میں نہیں آیا، میں نے اسے پیش نہیں کیا۔

آؤ ساجن یوں ہیں لڑے آؤ ساجن یوں ہیں لڑے ہم داتیوں آؤ
ساجن یوں ہیں لڑے
چتا ٹھاونا ہیں لڑے کیا کروں صاحب۔ کیا کروں ساہلی جی
اوبندا نا ہاں ہاں رے با
آؤ میّا کرے پیار کرے آپنی ہاں پیار کرے آپنی جانی محمد کیدے
ہاں ہاں رے یا محمد کیرے ہاں ہاں ری والی
بن سوں دیا آؤ میرا پیو رے دیا آؤ میرا پیو رے ساجن یوں ہیں لڑے
ہم دانیوں ہیں ساجن یوں ہیں لڑے

بھوکوں موے سوں کچھ اپڑتیا ہے
خداکوں اپڑنے کی استعداد ہورہے

فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
الف		آنچہ	آنچ
اپیسے	خود آپ	انک	آنکھ
اپسکوں	اپنے کو	**ب**	
انّے بھی	اس نے بھی۔ وہ بھی	بوجنا	بوجھنا۔ جاننا
آتا	لاتا	باتاں	باتیں
اخی	میرا بھائی	باندنا	باندھنا
اچھا	ہوتا	بولائے	بلائے
اچھیگا	ہوگا	بسرنا	بھولنا
انپڑنا	پہنچنا	باج	بغیر
اندھارا	اندھیرا	بندیاں	بندوں
اوسو	ایسے	بخلی	واجب کو روکنا
اپتاں	اپنے آپ	بیٹ	بیٹھ
اجیالا	اجالا	بیچہ	بیچ
اپے	اپنی	بدبوئی	بو
انگے	آگے	بیچ	بیچ
اے	یہ	بوجے سولوگاں	عالم فاضل لوگ

بار ہوا

بہوت بہت

پ

پچھان پہچان

پوشک پوشاک

پیلا پہلا

پاردے پردے

بوڑی پڑیا

پینے پہنے

پے جامہ پاجامہ

پیوے پیو

پھٹک مطلق

ت

تسرا تیسرا

تماری تمھاری

تہنڈ ٹھنڈا

تینو تینوں

تے سے

تیوں اسی طرح ۔ تو

ج

جیو جان

جاگا جگہ

جیکوئی جوکوئی

جیکچھ جوکچھ

د

دیک دیکھ

دورست درست

دنیاں دنیا

دپنا پیا

دُسرا دوسرا

دیوٹے دیا ۔ چراغ

دسنا دیکھنا

س

سگن شگون

سکلاتے سکھلاتے

سیوائے سوائے

سوں سے

ستی سے

ک

کاڑاں گھولواں ۔ ملا ہوا

کوں کو

کیئے کیا

کیاں	جمع "کی"
کانسہ	پیالا
ل	
لک	تک
لک	لاکھ
م	
مو	مونہہ
معریفت	معرفت
ماٹی	مٹی
میثاق	عہد و پیمان
ن	
نک	ناک
نابوجے	ناسمجھ
نکو	نہیں
نرگن	تنزیہ ۔ پاک
ہ	
ہارا	والا
ہور	اور
ہرت	رضا
تحقیق کرنے ہاریاں	تحقیق کرنے والا

عربی عبارتوں کا ترجمہ

صفحہ نمبر ۶۱

قَالَ نبی عَلیہِ السَّلَامُ — فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

صفحہ نمبر ۶۳

قُلُوبُ المومنِینَ بیتُ اللّٰہِ تعالیٰ — مومنوں کے دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔

(حدیث)

وَحدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ — وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

لی معَ اللّٰہِ وقتٌ لَا یَمنَعنِی فِیہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرسَلٌ — میرا اللہ کے ساتھ ایک ایسا قرب کا وقت ہوتا ہے کہ کوئی مقرب فرشتہ یا نبی وہاں بار نہیں پا سکتا (بروایت علامہ ابن جوزی یہ حدیث قطعاً موضوع اور جعلی ہے)

(حدیثِ موضوع)

صفحہ نمبر ۶۴

اَلتَّوحِیدُ حَقِیقَتُہٗ لَا رَبٌّ وَلَا عَبدٌ (حدیث) — توحید حقیقت مطلق ہے۔ عبودیت و ربوبیت کا امتیاز نہیں۔

اَلغُسلُ مُطَہِّرُ المَیِّتِ — غسل میت کو پاک کرنیوالا ہے

اَلشَّرِیعَۃُ کَالسَّفِینَۃِ — شریعت کشتی کی مانند ہے

اَلطَّرِیقَۃُ کَالبَحرِ — طریقت سمندر کی مثل ہے

خَیرُ ذِکرٍ فی الخَفِیِّ — ذکرِ خفی بہترین عبادت ہے۔

وَاَعرِض عَنِ الجَاہِلِینَ — اور جاہلوں سے بچتے رہو

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (حدیث)

میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

صفحہ نمبر ۶۵

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (حدیث)

پہلی چیز جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کی میرا نور تھا۔

يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (قرآن)

اللہ انسان کو پشت اور پسلیوں کے درمیان سے پیدا کرتا ہے اور وہ اسے اپنی طرف لوٹانے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (قرآن)

لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔

صفحہ نمبر ۶۶

يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (قرآن)

اللہ تعالیٰ انھیں تاریکیوں سے نور کی طرف لے جاتا ہے۔

قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَرْشُ اللّٰهِ تَعَالٰى (حدیث)

مومنوں کے دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہیں۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (قرآن)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

صفحہ نمبر ۶۷

اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ وَّكَافٍ (حدیث)

خدا نے قرآن نازل کیا سات حرفوں میں، اور ان میں سے ہر ایک کافی و شافی ہے۔

فَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (قرآن)

جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا، وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت کی روشنی میں ہے۔

صفحہ نمبر ۶۸

اَلْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ (قرآن)

وہ ابلیس ہے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا (قرآن)

ان کی مثال ایسے گدھے کی ہے جس پر خوشبوئیں لادی ہوئی ہوں کہ وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

اَلْغَافِلُ حَیَاتُہٗ مَوْتٌ وَلَیْسَ بِآدَمٍ (حدیث)

نبیؐ نے فرمایا کہ غافل آدمی کی زندگی موت ہے۔ اور وہ انسانوں میں داخل نہیں۔

وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی (قرآن)

اور نماز کے پاس نہ جاؤ جب تم نشے میں ہو۔

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (قرآن)

اور ان کے رب نے انھیں شراب طہور پلائی۔

صفحہ نمبر ۶۹

اَلنَّاسُ مَعَ اللِّبَاسِ (حدیث)

لوگ اپنے لباس سے پہچانے جاتے ہیں۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (حدیث موضوع)

اے نبی اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا (یہ مشہور حدیث امام صغانی اور ابن جوزی کے نزدیک قطعاً جعلی ہے)

اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ (حدیث)

سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔

صفحہ نمبر ۷

اَلْفَقِیْرُ ھُوَ الصُّوْفِیْ مَذْھَبُ اللہ

فقیر صوفی ہے اور اس کا مذہب اللہ ہے

صفحہ نمبر ۷

لَعْنَتُ اللہِ عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ (قرآن)

کافروں پر خدا کی پھٹکار ہے۔

اِنَّ اللہَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ وَّظُلْمَۃٍ لَوْکَشَفَھَا لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْھِہٖ (حدیث)

اللہ نور اور ظلمت کے ستر ہزار پردوں میں مستور ہے اگر وہ کھل جائیں تو میں تجلی سے پھنک جاؤں۔ (یعنی خدا کی ذات عقل و ادراک کی سرحدوں سے پرے اور بہت پرے ہے (وراء الوراء ثم وراء الوراء) اور مظاہر کے ہزاروں حجاب کے بعد عرفان میں بھی حجاب ہیں وہ بھی اٹھ جائیں تو قرب کے حجابات باقی رہتے ہیں۔ کسی بھی حال میں خدا کے سوا کوئی شے خدا کی تجلی کو پورا پورا نہیں دیکھ سکتی)

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ (قرآن)

دنیا میں جو کچھ ہے وہ فانی ہے

صفحہ نمبر ۲

مِنَ النَّظَرِ اِلَی اللہِ تَعَالٰی

اللہ تعالٰے پر نظر کرتے ہوئے۔

وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ

اور صرف تیرے رب کی ذات باقی رہیگی

لَا یَدْخُلُ اَحَدٌ فِیْ عِبَادَتِہٖ حَتّٰی لَا یَدْخُلُ نَفْسُہٗ فِیْ عِبَادَتِہٖ حَتّٰی عِبَادَۃِ نَفْسِکَ (حدیث)

کوئی اس وقت تک عبادت میں داخل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا نفس بھی عبادت میں داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ نفس سراپا عبادت ہو جائے۔

دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالَ

اپنی خواہشات کو ترک کر دے اور بلند رتبہ حاصل کر۔

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ (قرآن)

قسم ہے انجیر اور زیتون کی۔

قِفْ یَا حَبِیْبُ اِنَّ اللّٰہَ یُصَلِّیْ

اے حبیب ٹھہر جا خدا نماز میں مشغول ہے۔

صفحہ نمبر ۷۳

یُصَلِّیْ صَلَاتَہٗ

وہ اپنی نماز پڑھ رہا ہے

وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (قرآن)

اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاظِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ (قرآن)

اور اس دن قیامت میں بشاش چہرے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ فَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عَاہَدَ عَلَیْہِ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا (قرآن)

اے نبی جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ گویا خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جس نے عہد شکنی کی وہ اپنے نفس سے عہد شکنی کریگا اور جس نے خدا سے اپنا معاہدہ پورا کیا اسے بہت بڑا اجر دیا جائے گا۔

صفحہ نمبر ۲۷

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (قرآن)

جب تم نے کنکر پھینکے۔ تو تم نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے۔ (غزوہ بدر کی طرف اشارہ ہے جس میں مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت نے کفار پر فتح پائی تھی رسول اللہ نے دعا مانگی اور ایک مٹھی بھر کر کفار کی طرف کنکر پھینکے جیسے اس کے بعد غیبی امداد دی گئی۔ اور لشکر اسلام فتح مند ہوا۔ اس کی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے)

مَنْ لَمْ يُبَايِعْ عَلَى الْاِسْلَامِ فَهُوَ مُشْرِكٌ (حدیث)

جس نے اسلام پر بیعت نہیں کی وہ مشرک ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (قرآن)

جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ (قرآن)

ہم انھیں اپنی نشانیاں عنقریب کائنات میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھائیں گے۔

وَيَنَامُ لِلّٰهِ وَيَاكُلُ لِلّٰهِ وَ يَشْرَبُ لِلّٰهِ (حدیث)

وہ خدا کے لیے سوتا ہے۔ وہ خدا کے لیے کھاتا ہے اور خدا ہی کے لئے پیتا ہے (یعنی بندہ مومن کا ہر فعل عبادت میں داخل ہو جاتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (قرآن)

نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا (بلکہ خدا کی طرف سے اس پر وحی نازل کی جاتی ہے)

صفحہ نمبر ۷۵

فَاِنَّ الْجَنَّتَ ھِیَ الْمَاوٰی (قرآن)

اور جنت ان کا ٹھکانا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَغْفِرَۃً وَالْعَافِیَہ (حدیث)

اے خدا میں تجھ سے مغفرت اور عافیت مانگتا ہوں۔

لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ (حدیث)

حضور قلب نہ ہو تو نماز نہیں۔

فِیْ کَلَامِہِ الْمُقَدَّسِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ یُصَلُّوْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ دَائِمُوْنَ۔

(اللہ کے کلام پاک میں آیا ہے) کہ انبیا اور اولیا ہمیشہ دل میں نماز پڑھتے رہتے ہیں (یہ قرآن کی آیت نہیں ہے)

صفحہ نمبر ۷۶

مَنْ اَرَادَ الْعِبَادَۃَ بِاِرَادَۃِ الْوُصُوْلِ فَقَدْ اَشْرَکَ (حدیث)

جس نے خدا کے پانے کی خواہش سے عبادت کی، اس نے بھی شرک کیا۔

لَارَاحَۃَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اِلَّا بِلِقَاءِ اللّٰہِ (حدیث)

مومنوں کی خوشی اللہ کے دیدار میں ہے۔

مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَایَقُوْلُ اللّٰہَ وَ مَنْ قَالَ اللّٰہَ لَاعَرَفَ اللّٰہَ (حدیث)

جس نے خدا کو پہچان لیا وہ کہتا نہیں اور جو کہتا ہے اس نے خدا کو پہچانا نہیں۔

(اجانت ہیں سو کہت نہیں، کہت سو جانت ناہیں: رحیم خان خاناں)

لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ (قرآن)

ہم خدا کے رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔

صفحہ نمبر ۷۷

رایت ربی لیلۃ المعراج فی احسن صورۃ امرد لاثبات انا فی الوحدۃ واحد (حدیث)

میں نے شب معراج میں خدا کو ایک خوبصورت نوجوان کے روپ میں دیکھا۔ یہ ثبوت ہے کہ وہ یگانہ ویکتا ہے۔

طوبیٰ لمن رانی ولمن رای من رانی۔ (حدیث)

رتبہ بلند ہے اس کا جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

وما وسعنی الارض ولا السماء ع العبد لا قلب المومن

میں آسمان یا زمین میں نہیں مومن کے قلب میں سماتا ہوں۔ (یہ آیت قرآن شریف کی نہیں ہے)

ذات اللہ اقرب الیہ من جسد انسان (حدیث)

انسان سے بہ نسبت اس کے جسم کے اللہ کی ذات زیادہ قریب ہے۔

صفحہ نمبر ۷۸

طلب اللہ تعالیٰ فرض لکل فردا قبل کل فریضۃ (حدیث)

اللہ کی طلب ہر شخص پہ ہر فرض سے مقدم ہے۔

لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر (قرآن)

آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔ اور خدا بہت لطیف اور تمام خبریں رکھنے والا ہے۔

واللہ انبتکم من الارض نباتا (قرآن)

اور خدا نے تمہارے لیے زمین سے پیڑ پودوں کو پیدا کیا۔

الصلوۃ معراج المومنین

نماز مومنوں کی معراج ہے۔ نماز کے بعد

بعد الصلوٰة تلاوت القرآن الصوم جنة من النار و حسن الایمان (حدیث)

قرآن پڑھنا اور روزہ رکھنا یہ دوزخ سے بچاتا ہے اور حسنِ ایمان ہے۔

صفحہ نمبر ۹ سطر

الشریعة اقوالی والطریقة افعالی والحقیقة احوالی والمعرفة راس المالی

شریعت میرے قول ہیں، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں اور معرفت میرا خزانہ ہے۔

الایمان اول الطریقة اولها شهادة ان لا اله الا الله (حدیث)

ایمان طریقت کی ابتدا ہے اس میں سب سے پہلے یہ شہادت ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

واقیموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة (قرآن)

اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو۔

صفحہ نمبر سطر

فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (قرآن)

حج میں برائی اور گناہ اور مکروہات اور لڑائی جائز نہیں۔

موتوا قبل ان تموتوا (حدیث)

موت سے پہلے ہی باعتبار خواہش نفس مرجاؤ

الانبیاء یصلون فی قبورهم (حدیث)

نبی اپنی قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں۔

جعل الشیخ الکامل نافعا للانسان کما جعل النبی

انسان کے لئے بنایا شیخ کامل کو اتنا ہی نافع جتنا نبی کو۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (حدیث)

میری امت کے علما بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے ہم مرتبہ ہیں۔

کتابیات

۱. تاریخ فرشتہ : محمد قاسم فرشتہ
۲. اخبار الاخیار : مولانا شاہ عبدالحق محدّث دہلوی
۳. سیر محمدی : مولانا شاہ محمد علی سامانی
۴. مجموعہ یازدہ رسائل : حضرت بندہ نوازؒ
۵. خاتمہ شریعت : حضرت بندہ نوازؒ
۶. مزارات اولیاے دہلی : مولوی محمد عالم شاہ فریدی
۷. محبوب ذی المنن تذکرہ اولیاے دکن حصہ اول : محمد عبدالجبار خاں
۸. ترجمہ تاریخ حبیبی : مترجمہ نواب معشوق یار جنگ
۹. مکتوبات حضرت گیسو درازؒ
۱۰. سوانح خواجہ بندہ نوازؒ : حافظ محمد حامد صدیقی
۱۱. مسلمانانِ پاکستان و بھارت : سید ہاشمی فرید آبادی
۱۲. تاریخ مشائخ چشت : خلیق احمد نظامی
۱۳. بزم صوفیہ : صباح الدین عبدالرحمٰن
۱۴. قرآن اور گیتا : پنڈت سندر لال
۱۵. تصوف اسلام : عبدالماجد دریاآبادی
۱۶. تصوف کیا ہے : محمد منظور نعمانی

۱۷۔ اسلامی تصوف : عبدالرحیم

۱۸۔ تصوف کے آداب داشغال : پروفیسر محمد سرور

۱۹۔ نقوش سلیمانی : سلیمان ندوی

۲۰۔ چند دکنی پہیلیاں : محمد نعیم الرحمٰن

۲۱۔ کیفیہ : برج موہن دتاتریہ کیفی

۲۲۔ مقالات ہاشمی : نصیر الدین ہاشمی

۲۳۔ مقدمہ تاریخ زبان اردو : ڈاکٹر مسعود حسین

۲۴۔ تاریخ نثر اردو : احسن مارہروی

۲۵۔ گلشنِ عشق : نصرتی

۲۶۔ اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام : ڈاکٹر عبدالحق۔ (طبع اول)

۲۷۔ دکن میں اردو : نصیر الدین ہاشمی

۲۸۔ پنجاب میں اردو : محمود شیرانی

۲۹۔ اردوئے قدیم : شمس اللہ قادری

۳۰۔ تاریخ تنقید : حامد حسن قادری

۳۱۔ ہندوستانی قومیت : عابد حسین

۳۲۔ تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیاتِ اردو (حصہ اول) : مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور

۳۳۔ رسالہ ہندوستانی : اکتوبر ۳۴

۳۴۔ مراۃ الاسرار : عبدالرحمٰن چشتی رح

۳۵۔ روضۃ الاولیاء : غلام علی آزاد بلگرامی

۳۶۔ سب رس : ملا وجہی۔ مرتبہ: ڈاکٹر عبدالحق

۳۷۔ قطب مشتری: " " "

۳۸۔ اردو شہ پارے: ڈاکٹر محی الدین قادری زور

۳۹۔ کلیات بحری: مرتبہ ڈاکٹر محمد حفیظ

۳۹-۲- کلیات شاہی: سلطان علی عادل شاہ

۴۰۔ دلی کا دبستانِ شاعری: ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی

۴۱۔ مقدمہ معراج العاشقین: ڈاکٹر عبد الحق

مرزا مظہر جانِ جاناںؒ

(سوانح ۔ ملفوظات ۔ تنقید ۔ کلام)

- حضرت میرزا مظہر اردو شاعری میں ایہام کے بُت شکن ہیں۔
- انھیں بجا طور پر "نقّاشِ اوّلِ ریختہ" کہا جا سکتا ہے۔
- انھوں نے دبستان دہلی کی شعری روایات کا سنگِ بنیاد رکھا ہے۔
- وہ ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہیں۔

لیکن اردو میں ان کی شاعرانہ اور صوفیانہ عظمت کے اعتراف میں آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اب خلیق انجم۔ ایم اے نے حضرت میرزا مظہر کے حالات زندگی، ان کے صوفیانہ اقوال ان کی اردو اور فارسی شاعری پر ناقدانہ تبصرہ اور ان کا تمام اردو کلام یکجا کر دیا ہے۔

(زیرِ طبع)

معراج العاشقین اُردو کی سب سے پہلی تصنیف ہے جس میں حضرت گیسو درازؒ نے تصوف کے عام مسائل کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ دکن میں اس وقت لکھی گئی تھی۔ جب دہلی کی اکثر آبادی وہاں منتقل ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ کتاب بہت سے لسانی مسائل پر روشنی ڈالتی ہے۔

خلیق انجم نے تصوف کی مختصر تاریخ کے ساتھ حضرت گیسو درازؒ کے حالاتِ زندگی پیش کئے ہیں۔ اُنھوں نے معراج العاشقین کا لسانی جائزہ بھی لیا ہے۔

حضرت گیسو درازؒ فارسی اور دکنی کے شاعر بھی تھے۔ اُن کا فارسی دیوان تو شائع ہو چکا ہے۔ مگر دکنی کلام صرف مختلف تذکروں اور بیاضوں ہی میں ملتا ہے۔ بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ اُن کا دکنی کلام بھی یکجا کر دیا گیا ہے۔

ادارہ